نقطۂ نظر

توہین رسالتؐ

کی

کم از کم سزا موت ہونی چاہیئے

ورلڈ مسلم   نے حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ "کسی بھی شخص کو جو توہین رسالتؐ کا ارتکاب کرے، کم از کم سزائے موت دی جائے۔ موجودہ حکومت نے "توہین رسالتؐ" کی زیادہ سے زیادہ سزا "دو سال قید با مشقت رکھی ہے۔ جو بجائے خود ایک مذاق ہے۔ جس ملک میں اس کے بانی کی توہین کی سزا سات سال تک ہو اس ملک کے عوام کے مذہب کے   اور ان کے سب کچھ کی توہین کی سزا صرف دو سال ایک بہت بڑی کوتاہی ہے۔

پاکستان خدا کی ایک دین ہے اور صفحہ ہستی پر واحد مملکت ہے جو اسلام کے نام پر معرض وجود میں آئی ہے اور اسی ملک نبیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی کوئی سزا نہیں اور اسی ملک میں ایک بدبخت میں ایسا پیدا ہوا جس نے "آفاقی اشتمالیت" جیسی کتاب لکھ کر "توہینِ رسالتؐ" جیسے بدترین فعل کا ارتکاب کیا ہے۔ ان سطور کے ذریعے ہم صرف یہی دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ اسلام کے نام پر سات سال گذارنے والی حکومت نے اب تک اس بدترین گناہ کرنے والے کے ساتھ کیا کچھ کیا ہے ——— اس شخص کا انجام نہایت ہی عبرت ناک ہونا چاہیئے تھا نہ کہ معمولی سزا!

محمد اجمل قادری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہفت روزہ خدام الدین لاہور

جلد ۳۰   شمارہ ۲—۳

رئیس الادارہ

حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہٗ

مجلس ادارت

مولانا محمد اجمل قادری
عبدالرشید انصاری
ظہیر میر ایڈووکیٹ
انتظار حسین اسعد قادری

بدل اشتراک

فی کاپی: -/۲ روپے

پاکستان میں بذریعہ ——— ڈاک

سالانہ ۵۲-شمارے -/۸۰ روپے
ششماہی ۲۶-شمارے -/۴۵ روپے



ناشر: مولانا عبیداللہ انور • مقام: اندرون شیرانوالہ گیٹ لاہور • مطبع: شرکت پرنٹنگ پریس لاہور

مجلسِ ذکر

ضبط و ترتیب : اسعد قادری

اولیائے کرام کا کردار

پیرِ طریقت مولانا عبیداللہ انور دامت برکاتہم

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الّذین اصطفیٰ : امّا بعد : فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرّجیم : بسم اللہ الرّحیم :-

قل ان کنتم تحبّون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفرلکم ذنوبکم۔

ترجمہ : اے پیغمبر! ارشاد فرما دیں کہ اگر تم اللہ کے محبوب بندے بننا چاہتے ہو تو میری اتباع کرو (اس کے بعد) اللہ تعالیٰ تمہیں اپنا محبوب بنا لیں گے اور تمہارے گناہ معاف فرما دیں گے۔

قرآن حکیم میں اللہ تعالےٰ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعے ہمیں پیغام بھجوا رہے ہیں کہ اگر ہم اللہ تعالےٰ سے محبت کرتے ہیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلیں ان کے احکام کے مطابق اپنی زندگی گذاریں۔

یہودیوں نے دعویٰ کر رکھا تھا کہ وہ اللہ کے بیٹے اور چہیتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے ان کے اس دعویٰ کو غلط اور ان کے عقیدے کو گمراہ قرار دیا۔ فرمانِ خداوندی ہے قل ھو اللہ احد، اللہ الصمد، لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوًا احد۔

اللہ تعالیٰ کی کوئی اولاد نہیں اور کوئی رشتے دار نہیں۔ اللہ کے نزدیک محبوب اور پسندیدہ وہی ہے جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کرے، اُن کے فرمان کے مطابق اپنی زندگی بسر کرے۔

آپ حضرات بہت خوش قسمت ہیں کہ اللہ تعالےٰ کا نام لیتے ہیں۔ آپؐ کی امّت میں پیدا ہوئے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو ہر وقت اپنا ذکر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالےٰ کے بہت بڑے ولی تھے۔ آپ درویش تھے بادشاہ وقت اور حکمران کو ملنا پسند نہ کرتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارا حکمرانوں سے کیا واسطہ، ہم اپنا کام کرتے ہیں وہ اپنا کام کرتے رہیں۔

اللہ والوں کی یہی شان ہوتی ہے ان کو دنیا والوں کی کوئی پروا نہیں ہوتی۔ ان کی شان ہی نرالی ہوتی ہے۔ وہ کتاب وسنّت کے رنگ میں رنگے ہوتے ہیں۔

کئی مرتبہ جلال الدین خلجی بادشاہِ وقت نے حضرت نظام الدینؒ کو ملنے کی کوشش کی۔ آپؒ نے منع فرما دیا۔ کیونکہ آپ حکمرانوں کو ملنا پسند نہ فرماتے تھے۔ ایک دفعہ وہ چپکے سے آپؒ کی زیارت کرنے کے لئے آیا۔ حضرت امیر خسروؒ نے حضرت نظام الدینؒ کو اطلاع دے دی کہ بادشاہ جلال الدین خلجی آ رہا ہے۔ حضرت وہاں سے کہیں نکل گئے تاکہ بادشاہ وقت سے ملاقات کی نوبت نہ آئے۔

جلال الدین کو مایوسی ہوئی۔ جب اس کو یہ پتہ چلا کہ میرے آنے کی خبر حضرت امیر خسروؒ نے حضرتؒ کو کر دی تھی تو پوچھا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا تو حضرت امیر خسروؒ فرمانے لگے۔ کہ آپ کا غصہ زیادہ سے زیادہ میری جان لے سکتا ہے لیکن حضرت نظام الدینؒ کو ناراض کرنے سے میرے ایمان کے سلب ہونے کا خطرہ ہے۔

خطبہ جمعہ

ضبط و ترتیب : انتظار حسین / اسعد قادری

حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو اللہ تعالیٰ کی ہدایات

جانشینِ شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ العالی

بعد از خطبہ مسنونہ :-

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :—

اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ...... وَاتَّبَعَ ھَوٰىہُ فَتَرْدٰی ۝ صدق اللہ العظیم

(۱۴ تا ۱۶ - طٰہٰ)

محترم حضرات! یہ سورۃ طٰہٰ کی تین آیتیں ہیں یعنی ۱۴، ۱۵، ۱۶۔ جن میں اللہ تعالےٰ کی وہ ہدایات ہیں جو عطاءِ نبوّت کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دی گئیں۔ اس سورۃ کی ابتدائی آیات میں نزول قرآن کا ذکر ہے اور حضور علیہ السلام منکرین حق کی شرارتوں سے جو رنجیدہ خاطر ہوتے تھے اس پر تسلّی وتشفی ہے کہ آپؐ مشقت نہ جھیلیں بلکہ یہ تو تذکرہ ونصیحت کی چیز ہے—

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی عظمت اور ان کی صفات کا ذکر ہے۔ اس سے متصل حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر چھڑ گیا جو کئی رکوعوں تک چلا گیا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ قرآن عزیز میں کئی مقامات میں موجود ہے اس سورۃ کا بڑا حصّہ پھر سورۃ قصص کا بڑا حصّہ ان کے واقعات پر مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ بھی کئی مقامات ہیں۔ سورۃ قصص میں آپ کی ہجرت الی المدائن کو بیان کیا گیا ہے اور حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحبزادی سے آپ کے نکاح کا ذکر ہے۔ اس کے بعد واپس مصر پلٹنے کی تفصیلات ہیں۔ واپسی میں کوہ طور پر آگ کی ضرورت سے شعلہ کی طرف ان کا جانا یہاں بھی مذکور ہے اور پھر رسالت عطا فرمائے جانے کا ذکر ہے۔ قرآن عزیز کہتا ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام "آگ" کے پاس تشریف لائے تو آواز آئی کہ میاں! جسے تم آگ سمجھے ہو وہ آگ نہیں تمہارے رب کی تجلّی ہے ذرا اپنا جوتا اتار دیں کیونکہ آپ اس وقت وادیٔ مقدس میں ہیں۔ گویا پاکیزہ مقامات کے ادب کی تعلیم دے کر پھر فرمایا :-

وَاَنَا اخْتَرْتُکَ فَاسْتَمِعْ لِمَا یُوْحٰی۔ (آیت ۱۳)

"اور میں نے تجھے پسند کیا ہے سو تو سنتا رہ جو حکم ہو"

اس عطاءِ ربانی کے بعد پھر ہدایات ہیں جن پر مشتمل آیتیں آپ نے ابتدا میں ملاحظہ کیں، ان کا ترجمہ یہ ہے :-

"بے شک میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ پس میری ہی بندگی کر اور میری ہی یاد کے لئے نماز پڑھا کر۔ بے شک قیامت آنے والی ہے میں اسے پوشیدہ رکھنا چاہتا ہوں تاکہ ہر شخص کو اس کے کئے کا بدلہ مل جائے۔ سو تمہیں قیامت سے ایسا شخص باز نہ رکھنے پائے جو اس پر ایمان نہیں رکھتا اور اپنی خواہشوں پر چلتا ہے۔ پھر تم تباہ ہو جاؤ۔"

(ترجمہ : حضرت لاہوری قدس سرہٗ)

بنیادی تعلیم

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اس بنیادی تعلیم کا ذکر کردیا ہے جو قریب قریب تمام انبیاء علیہم السلام کے ذریعے ہر دَور اور ہر زمانہ میں بندوں کو تلقین کی گئی۔ عقیدہ توحید کا ذکر ہے، عقیدۂ آخرت کا تذکرہ ہے کہ انسان کو احساس رہے کہ اس جہان کے بعد دوسرا جہان بھی ہے جہاں حساب و محاسبہ ہوگا نماز جیسی اہم ترین عبادت کا بیان اور ساتھ ہی خواہشاتِ نفس سے بچنے کی تلقین! حضرت لاہوری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

(۱۴) میرے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے میری عبادت کرو اور میری یاد کے لئے نماز پڑھا کرو۔ (۱۵) عقیدہ توحید پہلی آیت میں آچکا ہے۔ اب دوسرا عقیدہ قیامت کا بتلایا جا رہا ہے۔ اگر یہ دو عقیدے انسان کے ذہن میں راسخ ہو جائیں۔ تو بقیہ سارا دین خود بخود سمجھ میں آجاتا ہے۔ عقائد صحیحہ کے ساتھ اعمالِ صالحہ نماز کی بھی تلقین ہو گئی (۱۶) منکرین قیامت آپ کو اس عقیدے سے ہٹانے نہ پائیں۔" (حواشی ص۹۹-۴۹۸)

مولانا احمد سعید دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت شاہ عبدالقادر قدس سرہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں:۔

"موسیٰ علیہ السلام کو بھی پہلی وحی میں نماز کا حکم ہے اور ہمارے پیغمبر کو بھی وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ۔" آگے مولانا فرماتے ہیں خلاصہ یہ کہ توحید کی تعلیم اور عبادات میں سے اہم عبادت کا ذکر فرمانے کے ساتھ قیامت کا ذکر کیا جو معاد کے عقائد میں سے ایک اہم عقیدہ ہے۔ اس کی علت بیان فرمائی کہ ہر شخص کو اس کے کئے کا بدلہ دیا جائے اور نیک کو نیکی کا پھل ملے اور بد کو بدی کی سزا دی جائے لہٰذا قیامت کا یقین اور اس کا فکر کرو — قیامت کا اعتقاد رکھنا ضروری ہے۔ ایسا نہ ہو کسی بداعتقاد آدمی کی صحبت سے تم قیامت کے اعتقاد میں ڈھیلے ہو جاؤ تو یہ بات تم کو ہلاکت کے گڑھے میں پھینک دے گی اور تم ہلاک ہو جاؤ گے۔ کیونکہ قیامت کا عقیدہ نہ ہو تو حرام و حلال کی تمیز باقی نہیں رہتی اور عذاب و ثواب کا خیال بھی نہیں آتا

—— حضرت شاہ عبدالقادرؒ خوب بات فرماتے ہیں — کہ جب اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو بُرے کی صحبت سے منع کیا تو اور کوئی کیا ہے؟ (حواشی کشف الرحمٰن ص۹۹-۴۹۸)

ایک پیغمبر جس کی زندگی معصوم اور پاک ہوتی ہے۔ اس کو اتنے اہتمام سے روکا گیا ہے کہ صحبت بد سے اپنے آپ کو بچائیں ورنہ ہلاکت و تباہی سے بچنا مشکل ہو گا۔ باقیوں کا معاملہ تو اور زیادہ احتیاط کا ہے اسی لئے قرآن عزیز نے مختلف مقامات پر اس سے منع کیا اور حضور علیہ السلام نے متعدد مثالوں سے اس کی وضاحت فرمائی۔ ایک جگہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ بُرے کی صحبت لوہار کی بھٹی کی سی ہے کہ اس سے آدمی ضرور ہی متاثر ہوتا ہے اس لئے احتیاط لازم ہے۔ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس مقام پر جو حواشی ہیں ان میں سے دو باتیں قابل ذکر ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا گیا۔ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ (کہ نماز قائم رکھ میری یادگاری کو) — اس پر مولانا لکھتے ہیں:۔

"نماز چونکہ اہم العبادات تھی۔ اس کا ذکر خصوصیت سے کیا گیا اور اس پر بھی متنبہ فرما دیا گیا کہ نماز سے مقصود اعظم خدا تعالیٰ کی یادگاری ہے۔ گویا نماز سے غافل ہونا خدا کی یاد سے غافل ہونا ہے اور ذکر اللہ (یادِ خدا) کے متعلق دوسری جگہ فرما دیا وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا

نَسِيْتَ۔ یعنی کبھی بھول چوک ہو جائے تو جب یاد آ جائے اسے یاد کرو۔ یہ ہی حکم نماز کا ہے کہ وقت پر غفلت و نسیان ہو جائے تو یاد آنے پر قضا کرے — (حدیث میں ہے) فَلْيُصَلِّهَا اِذَا ذَكَرَهَا۔ (ص۴۰۵)

اور آخری حصہ کے متعلق جس میں خواہشاتِ نفس کے پجاریوں سے تعلق و مجانست سے روکا گیا ہے اس پر فرماتے ہیں:۔

"غرض یہ ہے کہ دنیا پرست کافر کی چاپلوسی یا زیادہ نرمی و مداہنت اختیار نہ کی جائے ورنہ اندیشہ ہے کہ آدمی بلند مقام سے نیچے پٹک دیا جائے۔" (العیاذ باللہ) ص۴۰۶

دینِ فطرت

اسلام جو دین فطرت اور دینِ قیم ہے اس کا پیغام حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم تک ایک سا رہا ہے اسی لئے حضور علیہ السلام نے انبیا علیہم السلام کی مثال یوں دی ہے کہ یہ علّاتی بھائی ہیں علّاتی بھائی وہ ہوتے ہیں جن کا والد ایک ہو لیکن مائیں جُدا جُدا ہوں ارشاد پیغمبرؐ کا مطلب یہ ہے کہ بنیادی تعلیم میں کسی قسم کا کوئی فرق نہیں البتہ شرائع میں حالات و زمانہ کی رعایت ہے۔ ماضی قریب کے ایک خادم قرآن مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم نے اسی وجہ سے ان حقائق کو "عالمگیر سچائیوں" کے عنوان سے تعبیر کیا کہ یہ عقائد اور بنیادی تعلیم ہر دَور میں یکساں رہی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو الٰہی ہدایات آپ نے ملاحظہ فرمائیں جو قرآن نے نقل کی ہیں اسی طرح ہر پیغمبر پہلے پیغمبروں کی تعلیم کا "مُصَدِّقْ" تھا۔ قرآن حکیم کو "مہیمن" کہا جاتا ہے بقول مولانا عثمانیؒ اس کے کئی معانی ہیں۔ امین، غالب، حاکم، محافظ، نگہبان۔ اور ہر معنی کے اعتبار سے قرآن کریم کا کتب سابقہ کے لئے مہیمن ہونا صحیح ہے۔ خدا کی جو امانت توریت و انجیل وغیرہ کتب سماویہ میں ودیعت کی گئی تھی وہ مع شے زائد قرآن میں محفوظ ہے جس میں کوئی خیانت نہیں ہوئی۔ اور جو بعض فروعی چیزیں ان کتابوں میں اس زمانہ یا اُن مخصوص مخاطبین کے حسب حال تھیں ان کو قرآن نے منسوخ کر دیا اور جو حقائق ناتمام تھیں ان کی پوری تکمیل فرما دی ہے اور جو حصہ اس وقت کے اعتبار سے غیر مبہم تھا اسے بالکل نظر انداز کر دیا (حواشی ص۱۴۹)

گویا بات وہی ہوئی جو پہلے عرض کی گئی کہ یہ دینِ فطرت ہے اور اس کی سب سے بڑی دلیل یہی ہے کہ اس کی بنیادیں ہر دور اور ہر زمانہ میں یکساں تھیں اور ہیں — یہ ہمارے دَور کا المیہ ہے کہ اس عظیم نعمت و سرمایہ کی ہم قدر نہیں کرتے اور اس ناقدری کی ہمیں بہت سزا مل رہی ہے۔

آئیں! اللہ تعالیٰ سے عقائد صحیحہ اور اعمال صالحہ کی فریاد کریں اور اس سے خیر و نیکی کی توفیق مانگیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العالمین!

بقیہ : تعارف و تبصرہ

گنجائش نہیں۔ اس مجلس کے تعارف اور معلومات کے لئے مجلس کی طرف سے ایک خوبصورت تعارف نامہ شائع کیا گیا ہے۔ جسے مجلس کے مرکزی دفتر سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ ہر مسلمان کو یہ تعارف ضرور پڑھنا چاہئے۔ اور اگر بات دل لگے تو دو چار قدم جہاں تک ممکن ہو مجلس "صیانۃ المسلمین" کے ساتھ تعاون کرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں برائی سے بچنے اور نیکی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

اطلاع

کاغذ کی قلت اور نایابی کی وجہ سے ۲۰ جولائی ۱۹۸۴ء کا پرچہ شائع نہیں ہو سکا۔ لہٰذا ایجنٹ حضرات اور قارئین کرام مطلع رہیں۔

تحریر

ظہیر میر

سیّد احمد شہیدؒ کی

علمی، سیاسی اور دینی خدمات کے توسّط

برِّصغیر میں مسلمانوں کے قومی تشخّص کا تجزیہ

گذشتہ دنوں نیشنل سنٹر لاہور میں سیّد احمد شہیدؒ کے سلسلہ میں ایک فکری نشست کا اہتمام کیا گیا۔ جس میں زندگی کے مختلف طبقۂ فکر سے تعلق رکھنے والے حضرات نے شرکت کی۔ راقم نے اس نشست میں جو مقالہ پڑھا موضوع کی اہمیت کے پیش نظر قارئینِ خدام الدین کے پیش خدمت ہے۔

حضرات محترم! تیرھویں صدی ہجری کے مجدد اور ملّتِ اسلامیہ کے محسن و مربّی حضرت سیّد احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ ایک ایسی نابغہ روزگار شخصیت تھے جن کی زندگی کے ۴۶ برس سوز و ساز رومی اور پیچ و تاب روزی سے عبارت ہیں ملت کے لئے دھڑکنے والا یہ دل اور بے قرار روح حیاتِ مستعار کے مختصر لمحات میں ایک لمحہ بھی چین سے نہ بیٹھا۔ وہ بڑے بڑے طوفانوں اور مشکلات کے پہاڑوں سے ٹکراتا ہؤا ملّت کی نشأۃ کے لئے برابر سرگرم عمل رہا۔ حوادثِ زمانہ نے اس کے پائے استقامت میں جنبش تک نہ آنے دی اور ع

وہ تو پتھر ہیں جو گر جاتے ہیں ٹکڑے ہوکر
حوصلے بھی کبھی مسمار ہؤا کرتے ہیں

حضرت سیّد احمد شہیدؒ دینِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے عاشق اور برصغیر میں مسلمانوں کے قومی تشخّص کے بانی تھے۔ ان کی تحریر کا ایک اقتباس پیش کرتے ہوئے بات آگے بڑھانا چاہتا ہوں انہوں نے فرمایا:-

"میرا مقصد یہ ہے کہ دینِ محمّدی کی نصرت میں اپنے مولا کا حکم بجا لاؤں جو مالک مطلق اور بادشاہ برحق ہے خدائے عزّ و جل گواہ ہے کہ اس ہنگامہ آرائی سے میرا مقصد اس کے سوا کچھ نہیں اور نہ اس میں کوئی نفسانی غرض شامل ہے۔ ایسی غرض نہ کبھی زبان پر آئی نہ دل میں گذری ہے۔ دینِ محمّدی کی نصرت کے لئے جو کوشش جس صورت میں بھی ممکن ہوگی ضرور بجا لاؤں گا اور جس تدبیر کو بھی مفید پاؤں گا اسے لازماً اختیار کروں گا۔ انشاء اللہ زندگی کے آخری سانس تک اس سعی میں مشغول رہوں گا۔ پوری عمر اسی کام میں صرف کروں گا اور جب تک زندہ رہوں گا اسی مقصد کے لئے تگ و دو جاری رکھونگا جب تک سر گردن پر سلامت

ہے اس میں یہی سودا سمایا رہے گا۔ اور جب تک پاؤں تاب رفتار سے محروم نہیں ہو جاتے اسی راستہ پر چلتا رہوں گا۔

مفلس بن جاؤں یا دولت مند، منصب حکومت پر پہنچ جاؤں یا کسی کی رعیّت بن جاؤں، بزدلی کی تہمت لگے یا شجاعت کی ستائش کی جائے۔ میدانِ جہاد سے کامیاب ہو کر لوٹوں یا شہید ہو جاؤں۔ اگر یہ دیکھوں کہ میرے مولا کی رضا اس میں ہے کہ اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر تن تنہا میدانِ جنگ میں آؤں تو خدا کی قسم دل و جان سے تنہا سینہ سپر ہو جاؤں گا۔ اور لشکروں کے ہجوم میں گھستے وقت دل میں ذرا سا بھی کھٹکا نہ ہوگا۔ مجھے نہ بہادری جتانا مقصود ہے اور نہ ریاست حاصل کرنا چاہتا ہوں میرا مقصد تو احکم الحاکمین کے فرمانوں کی بجا آوری ہے۔"

محترم حضرات! حضرت سیّد صاحب تمام عمر خدا کے فرمانوں کی بجا آوری میں مصروف رہے۔ تا آنکہ آپ نے ربِ کائنات کے حضور ۲۴ ذی قعدہ ۱۲۴۶ھ کی صبح بالاکوٹ کے میدان میں اپنے پاک خون کا نذرانہ پیش کر دیا۔

سامعین مکرم! گیارھویں صدی ہجری میں ملّتِ اسلامیہ کی تاریخ میں ایک ایسا موڑ آیا جب بعض غلط عناصر نے مغل بادشاہ اکبر کا رخ موڑ کر اس ملک سے اسلام کو رخصت کرنا چاہا لیکن حضرت مجدد الف ثانیؒ کے انفاسِ طیّبہ کی برکت سے اٹھنے والا وہ فتنہ دب گیا اور مغلیہ سلطنت راہِ راست پر آ گئی۔ آپ کے خلفاء میں حضرت سیّد آدم بنوریؒ کا نام نامی بہت معروف ہے۔ جنہیں مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خاک پاک میں دفن ہونے کا شرف حاصل ہؤا۔ حضرت شاہ علم اللہ رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت سیّد صاحب کے مورثِ اعلیٰ تھے۔

ادھر سندھ کے فاروقی مجدد کی آواز نے دِلی کے ایک اور فاروقی خاندان کو گرما لیا۔ یہ عالمگیر مرحوم کے ہمعصر حضرت شاہ عبدالرحیمؒ تھے۔ انہی کے صاحبزادے شاہ ولی اللہؒ تھے۔ جنہیں بقول سیّد سلیمان ندویؒ ملّت نے حکیم الامت کا خطاب دیا اور بقول امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھیؒ انہوں نے حضرت مجدد الف ثانیؒ کے چھوڑے ہوئے کام کی تکمیل کی (حضرت شاہ ولی اللہ کی سیاسی تحریک)

سیّد صاحب کے نانا شاہ ابو سعید حسنیؒ کے ولی اللّٰہی خاندان سے مراسم ایک تاریخی حقیقت ہیں شاہ ولی اللہ کا دور عجیب افراتفری کا دور تھا۔ شاہ صاحب ۴ برس کے تھے کہ عالمگیر دنیا سے رخصت ہو گئے۔ ان کی وفات کے ساتھ ہی مغلیہ سلطنت کا شیرازہ بکھر گیا۔ شاہ صاحب نے نجیب الدولہ اور احمد شاہ ابدالی سے روابط پیدا کئے۔ دورِ حاضر کے نامور محقّق خلیق احمد نظامی نے حکیم الامت دہلوی کے جو خطوط مرتب کئے ہیں تو سترہ سالہ صاحبزادے شاہ عبدالعزیزؒ کو جو بجا طور پر سراج الہند کہلانے کے مستحق ہیں جانشین قرار پائے۔ بیٹے نے باپ کے کام کو سمیٹتے ہوئے حجۃ اللہ البالغہ سے لے کر ازالۃ الخفاء میں جو کچھ پھیلا ہؤا تھا اسے مرتّب شکل دے کر وہ فتویٰ شائع کیا جو انگریز سامراج کے خلاف پہلی کاری ضرب تھی۔ ہندوستان کے دار الحرب ہونے کا فتویٰ ایسا نہیں تھا جسے نظر انداز کیا جاتا۔ اپنے اور پرائے سبھی اس بات پر متفق ہیں کہ شاہ صاحب کی تحریک کے اثرات پورے ملک میں موجود تھے۔ بقول ایک انگریز سیاح ہر جگہ جو عالم ملا وہ بالواسطہ یا بلاواسطہ اس خاندان کا فیض یافتہ

تھا۔ یہ علماء محض ایسے نہ تھے جو مدرسہ و خانقاہ تک محدود ہوں بوقت ضرورت میدانِ کارزار میں کود پڑنا ان کی فطرت تھی۔ اس قافلۂ سخت جان کی قیادت کا قرعہ فال امیر حضرت سیّد احمد شہیدؒ کے نام پڑا۔ جو عمر میں سب سے کم تھے اور حصولِ علم کے لئے رائے بریلی سے دہلی آئے تھے۔ شاہ عبدالعزیزؒ کی نگاہ بصیرت بھانپ گئی۔ اپنے مادرزاد ولی بھائی شاہ عبدالقادرؒ کی تربیت میں اس حسنی سیّد کو دیا۔ اور وہ جلد ہی اس پر لگ گئے جس کے لئے پیدا کئے گئے تھے۔ آپ نے روہیل کھنڈ کے افغانوں کے حوصلہ مند اور مدبّر سردار نواب امیر خاں کی رفاقت اختیار کر لی۔ سیّد صاحبؒ نواب صاحب کے لشکر میں قیام اشارۂ غیبی کے ماتحت تھا۔ لشکر میں سپاہیانہ اشغال تھے۔ ارشاد و اصلاح کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ کم و بیش چھ برس اسی حال میں گذرے کہ حالات نے نواب صاحب کو انگریزوں کے ساتھ مصالحت پر مجبور کر دیا۔ اور سیّد صاحب ان سے الگ ہو گئے۔

۱۲۳۶ھ میں آپ دہلی آئے اسی دوران شاہ عبدالعزیزؒ کی توجہ پر خاندان ولی اللہی کے اکابر علماء جو عمر میں آپ سے کہیں بڑے تھے آپ کی ارادت و بیعت کا تعلق اختیار کیا۔ ابتداء کرنے والے مولانا عبدالحی بڈھانوی اور شیخ الاسلام مولانا محمد اسمٰعیل تھے۔ پھر بہت لوگوں کا رجوع آپ کی طرف ہوا۔ تھوڑی دیر بعد آپ نے دوآبہ کا دورہ شروع کیا۔ یہی وہ عظیم الشان سفر ہے جس میں ہزاروں کی کایا پلٹی اور ہزاروں علماء و صلحاء جو خود اپنے مقام پر صاحب نسبت تھے۔ آپ سے منسلک ہوئے۔ ان حضرات میں شاہ عبدالرحیم شہید ولائتی، میاں جی نور محمد جھنجھانوی ایسے اکابر شامل تھے۔ اسی سفر میں دیوبند جانا ہوا۔ اور مسجد قاضی میں کئی روز قیام رہا اور جس جگہ آج کل دارالعلوم دیوبند ہے وہاں کھڑے ہو کر فرمایا کہ یہاں سے علم کی بُو آتی ہے۔ اس سفر میں واپسی پر دہلی آئے اور پھر وطن کا پروگرام بنایا مشرقی اضلاع اور لکھنؤ وغیرہ میں تبلیغی سفر ہوا۔ جہاں جاتے لوگوں کا ہجوم ہوتا۔ اصلاح رسوم کا سلسلہ ہر جگہ جاری رہا اور اللہ کے فضل سے ان گنت لوگ اخلاقی جرائم سے تائب ہوئے۔ اس سفر اور رائے بریلی کے قیام کے بعد حج کا عزم ہو گیا۔ معقولات میں جن لوگوں کا غلو تھا انہوں نے راستوں کے حالات کے پیش نظر حج کی عدم فرضیت کا فتویٰ دے رکھا تھا۔ آپ کا مقصد جہاں اس فتویٰ کی عملاً تردید تھی وہاں باقی علاقوں میں حق کا پیغام پہنچانا اور بلانوشانِ محبّت کو اس بڑے مقصد کے لئے تیار کرنا بھی تھا۔

طول و طویل سفر کے بعد کلکتہ پہنچے۔ وہاں سلطان ٹیپو شہید کے صاحبزادوں سے بھی ملاقات ہوئی کیونکہ سلطان شہید کے خاندان اور خود انہیں آپ کے خاندان سے عقیدت و ارادت تھی۔ بالآخر سینکڑوں آدمیوں کا قافلہ توکّل بر خدا کلکتہ سے چلا اور ۲۹ شعبان ۱۲۳۷ھ کو مکہ معظمہ پہنچا۔ اگلا رمضان بھی وہیں گذار کر شوال میں واپسی کا پروگرام بنایا۔ واپسی براستہ بمبئی ہوئی۔ چنانچہ تبلیغی سفر پورا کر کے رمضان ۱۲۳۹ھ میں رائے بریلی تشریف لائے ایک سال دس مہینے کے قیام کے بعد اس سفر کے لئے نکلے جس کا ظاہری اختتام بالاکوٹ میں ہوا۔

رائے بریلی سے گوالیار۔

گوالیار سے ٹونک اور ادھر سے سندھ کی طرف کا راستہ اختیار کیا آپ جہاں اپنے سفر کو ابتدائی طور پر محفوظ رکھنا چاہتے تھے وہاں اس علاقہ میں بھی مقصود تھی۔ امیرانِ حیدر آباد کے علاوہ موجودہ پیر پگاڑا اور پیر جھنڈا کے بزرگوں سے ملاقات کرنے اور جہاد کی مہم میں ان کے مختلف النوع تعاون کو حاصل کرتے ہوئے دشوار گذار راستوں سے درۂ بولان تشریف لاتے اور کوئٹہ وغیرہ سے ہوتے ہوئے براستہ افغانستان پشاور پہنچے۔ پشاور کے بعد جہاد کا سلسلہ شروع ہوتا ہے جس کی ابتداء بڑی حسین تھی لیکن افسوس کہ پشاور کے امراء کی غداری نے حالات کا رُخ پلٹ دیا۔ پشاور کے امراء نے بدعہدی کا مظاہرہ کیا اس سے تحریک کو شدید نقصان پہنچا۔ اور بالآخر ۲۴ ذیقعدہ ۱۲۴۶ھ کو یہ قافلۂ سخت جان اپنے رب کے حضور سرخرو ہو کر پہنچ گیا۔

حضرات محترم! المختصر یہ کہ برصغیر میں مسلمانوں کے قومی تشخص کا سہرا سید احمد شہید کے سر ہے جن کی قربانیوں کے ثمرہ میں آج ہم آزاد پاکستان میں آزادی کے سانس لے رہے ہیں۔ یقین کیجئے واللہ اگر یہ لوگ آزادی کے لئے قریب قریب دو سو سال کوشش نہ کرتے تو ہم آج اس ملک میں موجود نہ ہوتے۔ اور نہ ہی اس مملکت کا دنیا میں وجود ہوتا۔ ان مجاہدوں اور جان سپاروں نے اپنی ہڈیاں تڑوا کر اور بوٹیاں سنچوا کر ہمارے لئے روشنی کے مینار تعمیر کئے ہیں اور ہمیں غلامی کے بندھنوں سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے آزاد کروا دیا ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم ان محسنوں کی جلائی ہوئی شمع کی روشنی میں اپنا سفر جاری رکھیں۔ اور سرخ و سفید سامراج کے بندھنوں سے آزاد ہو کر ملک میں خالصتاً اسلام کے عادلانہ اور منصفانہ نظام کے نفاذ کے لئے جدو جہد جاری رکھیں۔ اللہ ہمارا حامی و ناصر ہو۔ آمین!

بقیہ: وادی سندھ کا مصنوعی حج

۵۔ اس مقام پر جہاں نماز ادا کی جاتی ہے اور میلہ منعقد کیا جاتا ہے داخلے کے لئے جو بڑا دروازہ ہے اس کو "باب السّلام" کہا جاتا ہے یہ مکہ معظمہ میں کعبۃ اللہ کے دروازوں میں ایک دروازے کا نام ہے۔

۶۔ ایک عام خطبہ پڑھا جاتا ہے جس کو خطبہ حج کہتے ہیں۔ اس خطبہ میں لواری پیر کے جدِ امجد کو سلطان الانبیاء، مظہر ذاتِ خدا کہا جاتا ہے۔

۷۔ پوسٹر لگائے جاتے ہیں جن میں واضح کیا جاتا ہے کہ خطبہ ٹھیک دو بجے دن پڑھا جائیگا۔ بعینہٖ یہ وہی وقت ہے جبکہ مکہ معظمہ میں "خطبہ حج" پڑھا جاتا ہے۔

مندرجہ بالا میلہ یا حج یا جلوس کے لئے تم عام مسلمان لواری اور پیر لواری کے معتقد لواری کے مقام پر جمع ہونے والے ہو، اور جب کہ لواری کا یہ مذہبی میلہ اعتقاد کے برخلاف ہے اور عام مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کرنے والا ہے۔ اور اس سے سخت ترین فساد پیدا ہونے کا امکان ہے۔ اس لئے میں اس حکم کے ذریعے تم کو حکم دیتا ہوں کہ اس میلہ یا جلوس یا اجتماع میں ۱۴ جنوری سے ۱۰ فروری ۱۹۳۹ء تک کوئی حصہ نہ لے۔

۱۴ جنوری ۱۹۳۹ء میرے دستخط اور عدالت کی مہر سے جاری کیا گیا۔

دستخط یو۔ ایم میسر چنڈانی
ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ حیدر آباد (سندھ)

لواری میں مصنوعی ظلی، بروزی نفلی حج اور جماعت لواری کے گمراہ کن عقائد و نظریات کے متعلق اگر مزید تفصیلات درکار ہوں تو مندرجہ ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں:

۱۔ رسالہ توحید ماہ ذی الحجہ ۱۳۵۲ھ مولانا تاج دین وفائی مرحوم

۲۔ کلمۃ الحق (جماعت لواری کے عقائد باطلہ اور مصنوعی حج کی تحقیق و تردید) ۱۳۵۳ھ مولانا محمد صادق مرحوم کھڈہ والے

۳۔ شرح قصیدہ متبرکہ در شان حضرت سلطان الاولیاء (مطبوعہ دبدبہ حیدری پریس کراچی۔

۴۔ خاکسار تحریک کی سولہ سالہ جدوجہد

وادئ سندھ کا مصنوعی حج

لواری کی ایک جاہلانہ بدعت جسے دوبارہ زندہ کرنے کی سعی ہو رہی ہے

تحریر: عبدالقادر شیخ ایگزیکٹو انجینئر گیس ٹربائن پاور اسٹیشن واپڈا، کوٹری (سندھ)

وادئ مہران (سندھ) کو برصغیر میں یہ شرف حاصل ہے کہ جنوبی ایشیا میں سب سے پہلے اسلام کی ضیا پاشیوں سے یہ خطہ منوّر ہوا۔ اور صحابہ کرام رض، تابعین اور تبع تابعین کے مقدس قدموں کو چومنے کا شرف اسے حاصل ہوا۔ یوں تاریخ میں "باب الاسلام" بننے کا لازوال اور قابل فخر اعزاز سندھ کو ملا۔ پہلی صدی ہجری کے دوسرے نصف عشرہ میں ہی سندھ کی اکثریت نے آغوش اسلام میں پناہ لی اور اسلام کی حقانیت کو صدق دل سے تسلیم کر لیا اور پھر جو انتھک و ناقابل فراموش خدمات اسلام کے لئے سرانجام دیں وہ رہتی دنیا تک سندھیوں کے اسلام سے بے پناہ محبت و شیفتگی کا بیّن ثبوت ہیں۔ علم القرآن، علم الحدیث، علم الفقہ منطق، فلسفہ، قرأت، تجوید، تاریخ، شریعت، طریقت اور اجتہاد کے میدان میں وہ کارہائے نمایاں انجام دئے جو اب بھی مینارۂ نور ہیں۔

وادئ سندھ کو صوفیائے کرام اولیائے عظام، فقراء اور درویشوں کی سرزمین بھی کہا جاتا ہے —— یہ حقیقت بھی ہے کہ مجاہدین اسلام کے ساتھ ساتھ ان مقدس ہستیوں اور نیک نفوس نے اسلام کی تبلیغ کے لئے بے پناہ صعوبتیں برداشت کیں اور لاکھوں گمراہوں، خطاکاروں، بدکاروں اور سیہ کاروں نے ان کے آغوشِ رحمت نے سکونِ قلب پاکر اسلام کو اپنایا۔ آج بھی ہر سندھی مسلمان ان صوفیوں کا گرویدہ عقیدت مند، نیازمند اور نام لیوا ہے۔ وادی سندھ کی تقریباً ہر شہر قصبہ اور علاقے میں ان کی آخری آرام گاہیں ہیں۔ جہاں روحانیت کے متلاشی حقیقت کی تلاش میں اپنی اپنی تشنگی بجھانے کے لئے قریب و دور سے آتے ہیں۔

ان مقدس ہستیوں کے مزارات میں سے ایک لواری شریف میں ہے جو ضلع بدین میں واقع ہے یہاں کے نقشبندیہ سلسلے کے بزرگوں کے مزارات اور خانقاہیں ہیں۔ کسی زمانے میں رشد و ہدایت کے چشمے یہاں سے پھوٹتے تھے۔ دین اسلام کو پھیلانے میں اس خانقاہ اور اس کے لائق و فائق بزرگوں نے حتی المقدور کوششیں کیں۔ یہاں بڑے بڑے جیّد علمائے دین، محدثین اور فقہائے اکتساب فیض حاصل کرنے کے لئے زانوئے تلمّذ تہ کیا۔ اور یہ خانقاہ خلاف شریعت و خلافِ عقل افعال، بدعات، سیہ، خرافات اور بے ہودگیوں سے مبرّا رہی۔ بلکہ اس درگاہ سے توحید، ذکر، شریعت و طریقت اور معرفت کے وہ گنجہائے گراں مایہ لٹائے گئے جن سے خوش بختوں نے اپنی جھولیاں بھریں اور دنیا و آخرت سنواری۔

جب دین میں بہت زیادہ بگاڑ پیدا ہو گیا تو رشد و ہدایت کے ادارے بھی بے عمل ہو گئے اور غیر مسلموں کے اثراتِ بد میں رنگ کر مسلمانوں نے بھی اپنے فرائض

فرض کی ادائیگی میں کوتاہی شروع کر دی۔ انہوں نے بھی سوچا کہ اسلام کی راہ میں سختیاں جھیلنے کی بجائے کیوں نہ کوتاہی اور بے عملی کو اپنایا جائے اور دنیا کو مقصدِ حیات سمجھنے والوں نے جو گل کھلا کر فتنہ و فساد برپا کیا اس کا اسلام میں کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔

برصغیر کے مسلمان عموماً اور سندھ کے مسلمان خصوصاً قبر پرست، مردہ پرست اور پیر پرست واقع ہوئے ہیں۔ لہذا دنیا کے بھوکے طالبوں نے سب سے آسان راہ یہی سمجھی کہ سادہ لوح اور بھولے بھالے مسلمانوں کو بے وقوف بناؤ۔ اور اپنی شکموں کے دوزخ کا مستقل بندوبست کرو۔ گویا انہوں نے اسلام کا نام اپنی نمود و نمائش اور معاشرے کو آبرو باختہ، بے حس اور بے عمل بنانے کے لئے استعمال کیا

حج اسلام کا پانچواں اور بڑا اہم فریضہ ہے۔ جس کی ادائیگی ہر صاحب استطاعت اور مالدار مسلمانوں کے لئے لازمی ہے مگر برا ہو خواہشات نفسانی کا کہ لواری شریف کی عظیم درسگاہ کے سجادہ نشینوں نے سادہ لوح دیہاتیوں اور جاہل، کم عقل، کم فہم مسلمانوں کو یہ باور کرا دیا کہ اگر ہر سال وہ لواری شریف کے عرس میں شامل ہوں اور فریضہ حج کے چند ارکان کی بھونڈی نقل اتاریں تو وہ نہ صرف "حاجی" کہلائیں گے بلکہ "ناجی" بھی ہو جائیں گے۔ یعنی حج کی ادائیگی کے ساتھ ان کی نجات بھی ہو گئی —— کتنا آسان اور سستا نسخہ تھا جسے کاروباری طور پر خوب چلایا گیا۔ اور اسلام کے بنیادی رکن پر کاری ضرب بھی لگائی گئی۔ اور یہ سلسلہ ۱۹۳۰ء سے لے کر ۱۹۳۸ء تک کسی نہ کسی طرح چلتا رہا۔

اللہ تعالیٰ غریق رحمت کرے اور اپنی جوارِ رحمت میں جگہ دے۔ ان علماء کرام، عوام و خواص کو جن کی سعی پیہم اور ان تھک و بے لوث جد و جہد سے پورا برصغیر آشنا ہو گیا۔ ہر مکتبۂ فکر کے علماء حق نے اس مذموم حرکت کے خلاف تحریک چلائی اور نتیجۃً ۱۹۳۹ء میں مرحوم اللہ بخش وزیر اعلیٰ سندھ کی کابینہ نے اس پر فوری پابندی عائد کر کے اس فتنہ عظیم کا استیصال کر دیا اور خدا کے فضل و کرم سے ۱۹۳۹ء سے لے کر یعنی ۴۵ برسوں سے اس مصنوعی حج پر پابندی ہے مگر اب پھر چند سالوں سے لواری شریف کے سجادہ نشین اور ان کے حواریوں کی جانب سے ہر سال دو دو صفحات کے اشتہارات اور ضمیمے پاکستان کے قومی و علاقائی اخبارات میں چھپوائے جا رہے ہیں اور پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے کہ ۱۹۳۹ء میں صوبہ سندھ میں کانگرس کی وزارت تھی لہذا اس نے عرس بند کرا دیا تھا۔ اب چونکہ اسلامی حکومت ہے لہذا ہمیں پھر کھُل کھیلنے کا موقع ملنا چاہئے۔

لہذا اس مضمون میں ڈرامہ حج پر روشنی ڈالی گئی ہے تاکہ سندھ کے ہر ہوشمند مسلمان کی آنکھیں کھل جانی چاہئیں اور آئندہ یہ خرافات وہاں کسی قیمت پر بھی شروع نہ ہو سکیں۔

لواری میں مصنوعی حج کے فتنہ کے خلاف درج ذیل علماء و مشاہیر اور سیاستدانوں نے شاندار جد و جہد چلائی:-

۱۔ جنگ آزادی کے عظیم رہنما مولانا محمد صادق کھڈا والے (۲) شیخ الہند و شیخ الحدیث مولانا حسین احمد مدنی رح (۳) مولانا حکیم فتح محمد سیوہانی۔ (۴) مولانا محمد عثمان (۵) حافظ محمد عثمان (۶) مولانا حاجی احمد (۷) مولانا خیر محمد نظامانی (۸) مولانا عبدالغفور سیتائی (۹) مولانا عبدالحق ربانی نصرپوری (۱۰) پیر محمد ہاشم مجددی سرہندی (۱۱) مولانا دین محمد وفائی (۱۲) علامہ عنایت اللہ خان المشرقی (۱۳) جی۔ ایم سید صاحب وغیرہ۔

۲۳-۱۹۲۲ء میں لواری کے مرحوم سجادہ نشین نے اپنے بڑوں پر صلوٰۃ (درود شریف) پڑھنے کا

آغاز کیا یعنی جس طرح ہر مسلمان حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین پر درود شریف پڑھنا باعثِ ثواب سمجھتا ہے اسی طرح لواری کے پیر نے کہا کہ ہمارے جدِ امجد محمد زمان نقشبندی پر صلوٰۃ پڑھنا ضروری ہے اور باعث نجات و ثواب ہے۔ پھر نوبت یہاں تک پہنچی کہ اس مرحوم سجادہ نشین نے اپنے مورثِ اعلیٰ کو امام الرسل سید اولادِ آدم، شاہ پیغمبراں وغیرہ جیسے القاب سے پکارنا شروع کر دیا۔

اپنے مورث اعلیٰ بزرگ پر درود پڑھانے اور صفات باری تعالیٰ میں شریک کرنے کے بعد اسلام کے بنیادی رکن "حج" کی نقل اتارنا شروع کر دی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ آثارِ مقدسہ جنہیں اسلامی اصطلاح میں شعائراللہ کہا جاتا ہے ان کی توہین اس طرح کی گئی کہ قصبہ لواری کو "مکہ مکرمہ" اس کے نزدیک ایک چھوٹے سے گاؤں کو "مدینہ منورہ"۔ لواری کے ایک کنوئیں کا نام "چاہ زمزم" ایک میدان کا نام "عرفات" ایک قبرستان کا نام "جنت البقیع" رکھ کر ۹، ذی الحجہ کے روز ایک بڑے منبر پہ چڑھ کر خطبہ حج پڑھا جاتا تھا لواری میں داخل ہونے والے ہر کس و ناکس کو مثلِ حرم کعبہ میں داخل ہونے کے امان میں سمجھا جاتا تھا۔ اس کارگزاری سے فارغ ہونے کے بعد مرحوم پیر صاحب اپنی زبان سے سب حاضرین کو "حج" کی مبارک باد پیش کرتے اور پھر سب مریدین آپس میں ایک دوسرے کو حج کی مبارکباد دیتے اور "حاجی" کے لقب سے پکارتے۔

یہ ظلّی، بروزی اور نقلی و مصنوعی حج بڑے اہتمام اور انتظام کے ساتھ ہو بہو حج کی کاربن کاپی ہوتا تھا۔ جس طرح میدان عرفات میں حاجی لوگ خیمے لگا کر رہتے ہیں اور وہاں حج کے لئے حاضر ہوتے ہیں اسی طرح یہاں پر بھی جھونپڑیاں اور خیمے نصب کرا کر عرفاتی کیمپ بنائے جاتے ہیں۔ جس طرح میدانِ عرفات میں خطبہ پڑھا جاتا ہے۔ بالکل اسی طرح لواری کے اس میدان میں بھی ظلّی حج کا ظلّی خطبہ پڑھا جاتا تھا اور یہ خطبہ ٹھیک دو بجے دوپہر ۹، ذی الحجہ کو پڑھا جاتا تھا۔ چونکہ حدیث مبارکہ میں ارشاد ہوتا ہے کہ حج کی صحیح ادائیگی کے بعد مسلمان گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے کہ گویا وہ ماں کے پیٹ سے ابھی پیدا ہوا ہے۔ اس طرح اس مصنوعی حج کی بھونڈی ادائیگی کے بعد مریدین لواری اپنے آپ کو گناہوں سے بالکل پاک اور پوتّر سمجھتے ہیں۔

۱۹۳۲ء میں سندھ کے مشہور و معروف تحریک آزادی کے رہنما اور آبروئے قلم مولانا دین محمد وفائی صاحب مرحوم خاص طور پر سجادہ نشین کی دعوت پر وہاں تشریف لے گئے۔ جو صورتِ حال انہوں نے وہاں بچشمِ خود ملاحظہ کی اسے بڑے کرب و درد کے ساتھ اپنے رسالہ "توحید" ماہ ذی الحجہ ۱۳۵۲ھ کے صفحات ۲۱، ۲۲ پر قلمبند کیا ضروری اقتباسات درج ذیل ہیں:

قلعہ کے دروازے کے ساتھ ساتھ کئی جھونپڑیاں لگائی گئی تھیں جہاں سجادہ نشین بزرگ کا کیمپ ہے اور مقابل طرف کو تمام زائرین و مسافرین کے لئے بھی جھونپڑیاں الگ نصب کی گئی تھیں۔ پیر صاحب کے کیمپ اور عوام کے درمیان رسّی باندھ کر دونوں کے درمیان حدفاصل بنائی گئی تھی۔ قلعہ کے دروازے کے ساتھ ایک وسیع میدان میں ایک بڑا منبر رکھا گیا تھا جس پر خطبۂ حج پڑھا گیا۔ قلعہ کی دیواروں پر دو بڑے بورڈ آویزاں تھے جن میں سے ایک پر یہ عبارت لکھی ہوئی تھی:۔

"خطبۂ حج تین بجے پڑھا جائیگا"

دوسرے پر یہ الفاظ تھے:

"حج کے دن اور دس تاریخ عیدالاضحیٰ نماز تک ٹھہر کر اس کے بعد روانہ ہو جانا — اور برکت حاصل کرنا"

مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ حج کا خطبہ کراچی والے مولوی ظہور الحسن درس نے پڑھا تھا۔ جس سے مَیں نے اس خطبہ کے متعلق دریافت کیا۔ جس کے جواب میں اس نے ایک مطبوعہ کتاب جس کا نام "خطبات رضویہ" تھا۔ یہ کتاب کسی بریلوی عالم کی لکھی ہوئی تھی۔ مولوی درس نے ایک خطبہ بھی دکھایا اور کہا کہ مَیں نے یہ خطبہ پڑھا وہ خطبہ ذی الحجہ کی کی عید کا تھا۔ اور بس۔

اسی سلسلے میں درگاہ لواری شریف کے بڑے پیر صاحب یعنی سلسلہ لواریہ کے بانی (مورثِ اعلیٰ) کے مقبرے کے دیکھنے کا بھی اتفاق ہوا۔ جو اسی قلعہ کے اندر ایک گنبد میں ہے۔ اس وقت گنبد کا دروازہ بند تھا۔ کتنے ہی آدمی گنبد کے دروازے کے سامنے رخ کرکے دوزانو باادب بیٹھے ہوتے تھے۔ مَیں نے دیکھا کہ کتنی ہی عورتیں گنبد کے آستانے کو سجدہ کی حالت میں پکڑ کر سر جھکا کر چوم رہی تھیں۔ ایک شخص جو متعین تھا کہہ رہا تھا کہ جلدی جلدی سر اٹھاؤ تاکہ دوسرے اس عبادت میں مشغول ہوں۔ میرے ساتھ میاں فضل احمد مرید لواری تھا۔ وہ کھڑے کھڑے دروازے کو چوم کر مجھے کہنے لگا کہ میرا عقیدہ تو یہ ہے۔ مَیں نے اسی وقت جواب میں کہا کہ عبادت و حصول ثواب کے ارادہ سے چومنا صرف کعبۃ اللہ کے لئے مخصوص ہے دوسری جگہ ایسا کرنا گناہ ہے بلکہ میرے عقیدے کے مطابق شرک ہے۔

گنبد کے مغربی جانب ایک عالی شان مسجد ہے جس کا بلند و رفیع مینار کئی میلوں کی مسافت سے دیکھا جا سکتا ہے۔ وہ بھی بند تھی کہا گیا کہ یہ مسجد اس لئے بند ہے کہ کہیں مسجد میں جانے والے لوگ کسی ناگہانی حادثہ کا شکار نہ ہوں۔ یہ بھی کہا گیا کہ لوگ نمازیں مقبرہ والے گنبد کی طرف منہ کرکے پڑھا کرتے ہیں۔

مَیں نے درگاہ کے ایک خاص معتقد کو جو مجھے مختلف مکانات دکھا اور بتا رہا تھا صاف کہہ دیا کہ قبر کے سامنے رخ کرکے نماز پڑھنا شرعاً ہرگز جائز نہیں۔ بہتر ہے کہ اس کو بند کیا جائے۔

جب ہم سیر کرکے قلعہ کے دروازے پر واپس پہنچے تو میرے ایک دوست نے مذاقیہ لہجے میں کہا کہ آبِ زمزم پیتے چلیں۔ مجھے بھی پیاس تھی، پانی پینا تھا۔ وہاں پر مجھے ایک کنوآں دکھایا گیا۔ جسے زمزم کے نام سے یاد کیا جاتا تھا مگر مجھے تحقیق کے ساتھ معلوم نہ ہو سکا کہ لوگ اس کو عقیدت مندی و ایمانداری کے ساتھ زمزم کہتے ہیں یا فقط زبانی طور پر۔ ہاں لوگوں کو آپس میں حج کی مبارکبادیاں کہتے ہوئے مَیں نے اپنے کانوں سے سنا۔ طواف و احرام کی حالت میں کسی کو نہیں دیکھا۔ مرد اور عورتیں بڑی تعداد میں آئے۔ مجھے اخیر تک یہ معلوم نہ ہو سکا کہ حج کا خطبہ کیوں پڑھا گیا اور حج کی مبارکبادیں کیوں دی جاتی تھیں اور ۹ ذی الحجہ کو ہی کیوں اس قسم کے اجتماع کے لئے مخصوص کیا گیا۔

یہ وہ حقیقت ہے جو مَیں نے اپنی آنکھوں سے دیکھی۔ جس کے اظہار سے کوئی طاقت مجھے روک نہیں سکتی۔ کیونکہ ہر انسان کو اپنے پروردگار سے سروکار ہے۔ حق کی شہادت پیش کرنے کے لئے قرآن پاک میں ارشاد باری ہے:۔

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْا قَوَّامِیْنَ بِالْقِسْطِ شُھَدَآءَ وَلَوْ عَلٰی اَنْفُسِکُمْ اَوِ الْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ

"اے ایمان والو! پوری استقامت کے ساتھ انصاف پر ڈٹے رہو۔ خدا کے لئے گواہ بن کر۔ اگرچہ وہ شہادت اپنے اوپر دینی پڑے یا ماں باپ کے اوپر یا رشتہ داروں کے اوپر۔"

مولانا دین محمد وفائی مرحوم کے مندرجہ بالا اقتباسات سے درج ذیل باتیں ثابت ہوتی ہیں:۔

۱۔ لواری میں ایک وسیع و عریض میدان حج کے خطبہ کے لئے مقرر کیا جاتا ہے۔ جس میں ایک بڑا منبر بھی رکھا جاتا ہے۔

۲۔ حج کا خطبہ اسی میدان میں اسی منبر پر چڑھ کر مریدین کو سنایا جاتا ہے۔

۳۔ میدانِ عرفات کی طرح یہاں بھی جھونپڑیاں اور خیمے نصب کئے جاتے ہیں۔

۴۔ لوگ گنبد کے دروازے کی طرف منہ کر کے التحیات کی طرح دوزانو باادب بیٹھتے ہیں۔

۵۔ مستورات گنبد کے آستان کو سجدہ کر رہی تھیں۔

۶۔ پیر لواری کا ایک خاص گماشتہ لوگوں کو کہہ رہا تھا جلدی جلدی سجدہ سے سر اٹھاؤ تاکہ دوسرے لوگ بھی یہ عبادت بجا لائیں۔

۷۔ لوگ بڑے پیر صاحب (مورثِ اعلیٰ) کے مقبرہ والے گنبد کی طرف منہ کر کے فرض نماز کی ادائیگی کرتے ہیں جبکہ صرف کعبۃ اللہ (قبلہ) کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی جاتی ہے۔

۸۔ ایک کنوئیں کو زمزم کے موسوم کیا جاتا ہے۔

۹۔ زائرین خطبہ حج سنتے ہیں اور ختم ہونے کے بعد ایک دوسرے کو حج کی مبارکباد دیتے ہیں۔

مندرجہ بالا امور تو وہ ہیں جو پیر لواری کے معزز مہمان مولانا دین محمد وفائی مرحوم کی چشم دید گواہی سے ثابت ہیں۔ اس کے علاوہ دوسرے ثقہ راویوں اور گواہوں کے بیانات "کلمۃ الحق" (جماعت لواری کے عقائد باطلہ اور مصنوعی حج کی تحقیق و تردید) مصنفہ حضرت مولانا محمد صادق صاحب مرحوم بانی و مہتمم مدرسہ مظہر العلوم کھڈہ کراچی کے صفحات نمبر ۱۲ تا ۱۵ میں بھی درج ہیں۔ راقم الحروف صرف صفحہ ۱۲، ۱۳ کے مندرجہ ذیل اقتباسات نقل کر رہا ہے:۔

(۱۳) ثقہ و معتمد علیہ راوی بیان کرتا ہے کہ اس گنبد کے دامن کو ایک غلاف پہنایا ہوا تھا جس کی ساری سطح و بساط پر سلطان الاولیاءؒ جل جلالہٗ، جل شانہٗ، جل سلطانہٗ کے کلمات لکھے ہوئے ہیں (۱۴) وہی راوی روایت کرتا ہے۔ عام طور پر لوگ قصبہ لواری کو مکہ اور مرحوم پیر صاحب کے گاؤں کو مدینہ اور ایک میدان کو عرفات کہتے تھے (۱۵) وہی معتمد علیہ راوی کہتا ہے کہ مجھے اچھی طرح سے معلوم ہوا ہے کہ پیر صاحب کے مرید اس مصنوعی حج کو حقیقی حج کے برابر سمجھ کر فی الواقع حاجی اور مبارکباد کا مستحق سمجھتے تھے بلکہ بعض مرید تو اس مصنوعی حج کو حقیقی حج سے بھی زیادہ سمجھتے تھے۔

راوی کہتا ہے کہ اس نے اپنی آنکھوں سے ایسے مریدوں کے چند ایسے خطوط دیکھے جو حقیقی حج سے تو اب تک محروم تھے مگر باوجود اس کے اس مصنوعی حج کی وجہ سے خط و کتابت میں ان کو حاجی لکھا گیا تھا۔

۱۶۔ اس نے چشم دید و گوش شنید روایت کی کہ مولوی ظہور الحسن درس نے جو خطبہ پڑھا تھا اس میں سلطان الاولیاء کی تعریف اور قصبہ لواری کی ثنا و صفت تھی۔

۱۷۔ وہی ثقہ راوی کہتا ہے کہ میں نے پیر صاحب کے خاص مریدوں کی خالص مجلس میں بارہا ایسی گفتگو اور خیالات ظاہر کرتے ہوئے سنا جس سے صریح طور پر معلوم ہوتا تھا کہ اس کا عقیدہ ہے کہ قصبہ لواری حقیقی طور پر مکہ و مدینہ سے افضل ہے وہ علی الاعلان کہتے تھے کہ مکہ و مدینہ میں جو حقیقتیں تھیں وہ منتقل ہو کر لواری میں آ کر جمع ہوئی ہیں اور مکہ و مدینہ میں فقط در و دیوار رہ گئے ہیں (۱۸) وہی راوی کہتا ہے کہ پیر صاحب کے مرید علی العموم اس مصنوعی زمزم کے پانی سے بوتلیں بھر کر بطور تبرک اپنے ساتھ لے جاتے تھے (۱۹) ایک

[بد]عت کو اس جماعت نے اپنے لئے بطور مذہبی نشان کے مقرر کیا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین کے نام لیوا مسلمانوں سے الگ تھلگ اور ممتاز دیکھنے میں آتے ہیں — وہ بدعت یہ ہے کہ لواری کے پجاری اپنی مساجد اور مکانات میں ایک عَلَم یعنی جھنڈا نصب کرتے ہیں جس کو "لوائے کُلّ" کہتے ہیں۔ اس لوائے کل کی وہ لوگ بے حد تعظیم کرتے ہیں (۲۰) یہی ثقہ راوی اپنے ساتھ ایک چھوٹی دفتری بھی لایا ہے جس پر سنہری کاغذ جڑے ہوئے ہیں اس پر لفظ "کلّ" اور لواری شریف حج مبارک" لکھے ہوئے ہیں اس کاغذی دفتری کو یہ لوگ بطور تبرک اپنے دین و ایمان کی خاص نشانی اور "لوائے کلّ" اور حج کی یادگار سمجھ کر سر آنکھوں پر رکھتے اور چومتے ہیں (۲۱) یہ گمراہ جماعت اور پیر صاحب لفظ "کلّ" کو ایسا مقدس اور پاک جانتے ہیں جو ہر قسم کی خط و کتابت میں بجائے بسم اللہ کے فقط لفظ "کل" کو بطور مذہبی نشان کے لکھتے رہتے ہیں جس طرح ہندو لفظ "اوم" لکھتے ہیں۔

غرضیکہ جب برصغیر کے مسلمانوں کے سامنے علمائے حق نے یہ خرافات اور بے ہودگیاں پیش کیں تو پورے ملک میں ایک ہیجان برپا ہو گیا — جو کہ ایک فطری بات تھی۔ آخرکار دس سال کی متحدہ کوششوں کے بعد ۸ جنوری ۱۹۳۹ء نے حکومت سندھ نے اعلان کیا کہ:۔

"حج لواری بند کر دیا گیا"

اس ظلّی بروزی اور مصنوعی حج کو بند کئے جانے سے متعلق سندھ گورنمنٹ کی طرف سے حسب ذیل امتناعی احکامات کا اعلان ہوا:

<u>ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کا حکم</u>

آرڈر زیر دفعہ ۴۳ ڈسٹرکٹ پولیس ایکٹ ۱۸۹۰ء

مجھے ایسا معلوم ہوا ہے کہ ۳۰ یا ۳۱ جنوری کو موضع لواری ضلع حیدر آباد (سندھ) کے میلہ پر جو عام طور پر لواری کے حج کے نام سے موسوم ہے۔ نقص امن یا بہت بڑے فساد کا امکان ہے۔ بدین، نیندو، تہبر، کدھان یا کسی اور جگہ سے لواری جانے کے تمام راستے ایک مہینے تک (۱۰ جنوری ۱۹۳۹ء تا ۱۰ فروری ۱۹۳۹ء) بند کئے جاتے ہیں۔ اس لئے پبلک کا کوئی بھی فرد جو لواری جانا چاہے مجھ سے اجازت نامہ حاصل کئے بغیر نہیں جا سکتا۔ مزید برآں یہ تنبیہ بھی کی جاتی ہے کہ لواری کے مقام پر کوٹ (قلعہ) کے باہر کا میدان بھی ان تاریخوں میں پبلک کے لئے بند کیا جاتا ہے۔

میرے دستخط اور عدالت کی مہر سے جاری ہوا۔

۱۱ جنوری ۱۹۳۹ء — یو۔ ایم میسر چنپانی
ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ حیدر آباد۔

<u>حکومت کا حکم</u>

آرڈر زیر دفعہ ۱۴۴ ضابطہ فوجداری

ضلع حیدر آباد سندھ کی عام پبلک کے نام

مجھے بتایا گیا ہے کہ تمام مسلمان بہ شمولیت مریدان پیر لواری کے مقام پر اس سال خصوصاً ۶ تاریخ سے ۱۰ تاریخ تک ذوالحجہ ۱۳۵۷ھ ایک میلہ منعقد کرنے والے ہیں اور ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ اس حج کے میلہ پر پیر لواری اپنے مریدوں اور عام مسلمانوں پر یہ اثر ڈالتا ہے کہ یہ حج وہی درجہ رکھتا ہے جو مکہ معظمہ کے حج کا ہے اور یہ مندرجہ ذیل طریقے سے کیا جاتا ہے

۱۔ لواری حج کی وہی تاریخ مقرر کی گئی ہے جو مکہ معظمہ میں اصل اصل حج کی ہے۔

۲۔ لواری کے مقام پر جانے والوں کو "حاجی" پکارنے کی اجازت دے کر ان کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے اور یہ لقب ان لوگوں کا ہے جو مکہ مکرمہ کا حج کرنے جاتے ہیں

۳۔ لواری کے قبرستان کو "جنت البقیع" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اور یہ اس قبرستان کا نام ہے جو مدینہ منورہ میں ہے۔

۴۔ لواری کے کنوئیں کو مکہ معظمہ کے چشمے کی طرح "آبِ زمزم" کہا جاتا ہے۔

(باقی ۱۱ پر)

نعت

از: سید عطاء الرحمٰن جعفری
بی۔ اے آنرز

تصدق ترے اے خدائے محمدؐ
میرے دل میں بھر دے ولائے محمدؐ

مدینہ میں بٹتا ہے بخشش کا باڑا
ہے جنّت بکف ہر گدائے محمدؐ

ازل میں ہی مخصوص حق نے کیا تھا
شفاعت کا منصب برائے محمدؐ

لگاؤں کلیجہ سے آنکھوں میں رکھ لوں
میسّر ہو گر خاک پائے محمدؐ

نہ تھے مدح خواں صرف اگلے صحیفے
ہے قرآں کتاب ثنائے محمدؐ

مقدّر ہے اس بادہ کش کا مقدّر
جسے جام کوثر پلائے محمدؐ

چلے آتے ہیں ہاتھ پھیلائے منگتے
سدا وا ہے باب عطائے محمدؐ

سلامی ہیں حور و ملک جنّ و انساں
ہیں جبریلؑ مدحت سرائے محمدؐ

عطاؔ نورِ ایماں سے روشن ہے سینہ
ہے سینے میں نور و ضیائے محمدؐ

مولانا عبدالمومن فاروقی

کعبۃ اللہ

تاریخی عظمت و پاکیزگی کا پر شکوہ نظارہ

آج سے کروڑوں بلکہ اربوں برس پہلے جب یہ لق و دق زمین کا وسیع پھیلاؤ تھا۔ اور نہ زمین کے اوپر اس نیلگوں آسمان کا چتر تھا۔ صرف خدا تھا اور اس کی قدرت کاملہ کے بہترین نمونے فرشتوں کی لاتعداد جماعت تھی۔ نور حقیقی کی کرنیں بلندی سے پستی کی طرف گرا کرتی تھیں۔ اور فرشتہ ان کرنوں کی پستی پر پہنچ کر احاطہ کئے بیٹھے رہے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ کی ایک روایت میں ہے کہ زمین کی آفرینش سے ایک ہزار برس پہلے کا یہ واقعہ ہے۔ پھر زمین کو قدرت نے ایک جنبش کُن سے ظاہر فرمایا لیکن اس وقت زمین نہایت پاک اور صاف ستھری تھی نہ اس پر کثافت و غلاظت کے آثار تھے اور نہ ظلم و قتل کے نشانات، وہ نور پاک کی تجلیاں جو کسی وقت میں پستی پر پڑا کرتی تھیں۔ اب اس زمین پر پڑنے لگیں اب فرشتے زمین پر اتر کے اس مرکز نور کے ارد گرد پروانہ وار نثار ہونے لگے، پھر خدا نے مٹی کا ایک پتلا بنایا۔ جس کو آدم کے معزز لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ قدرت کا یہ کھلونا قدرت کو بہت محبوب تھا۔ اولاً اس کو اپنے پہلو میں جگہ دی گئی، اور اپنی کائنات (فرشتوں) پر حاکم غالب مقرر فرمایا۔ جب قدرت کی صناعی کا یہ عجیب ترین مظہر کسی قدر عقل و ہوش کو پہنچا تو خدا نے اس کا امتحان لیا۔ حکم ہوا کہ دیکھو ہم نے ایک درخت لگایا ہے۔ تم اس کو نہ کھانا مگر چونکہ اس قدرتی صناعی میں عصیاں کا بھی جزو شریک کر دیا گیا تھا۔ اس نے زور کیا اور انہوں نے گیہوں کھا کر جنت کے پُرفضا باغوں سے اس پستی کی طرف نزول کیا یہ پستی جواب زمین کہی جاتی ہے۔ ہبوط آدم کے وقت جنوں کی آباد گاہ تھی۔ جن یہاں مقیم تھے۔ اور بڑے زور و شور سے ان کی حکومت کا سکہ دنیا پر بیٹھا ہوا تھا

حضرت آدم و حوا علی نبینا علیہم السلام دنیا میں جس وقت تشریف لائے تو اس وقت مالک کا ان پر عتاب تھا۔ اس لئے دنیا میں آ کر بہت الم اور تکلیف کے ساتھ ان کی زندگی گذری جنت در جنت کی نعمتوں اور آسائشوں کے علاوہ جو چیز ان کے لئے سب سے زیادہ تکلیف دہ ہوئی وہ نور حقیقی کی جلوہ پاشی سے محرومی تھی، مدتوں بارگاہ الٰہی میں سر گرداں رہے اور اپنے جرم کی استغفار کیا کئے۔ رحیم و کریم نے آدم کا گناہ معاف کیا اور حکم ہوا کہ میں زمین پر تم کو اپنا وزیر بناتا ہوں، تم یہاں رہ کر اپنی اولاد سے اس غیر آباد معمورہ کو آباد کرو۔ چنانچہ آدم کی اولادیں ہونا شروع ہوئیں۔ روزانہ صبح سے شام تک ایک نہ ایک فرزند پیدا ہو جاتا۔ جدھر آپ نکل جاتے انسانوں کی بستیوں کی بستیاں زمین سے پھوٹ پڑتیں اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت قلیل عرصہ کے اندر زمین میں خدا کی بہت بڑی مخلوق پیدا ہو گئی ان سب بھائی بہنوں میں رسم نکاح جاری ہو گئی اور بہت جلد خدا نے اس سے بھی اولادیں پیدا کرنا شروع کر دیں۔

آدمؑ کو سب سے بڑی پریشانی یہ تھی کہ دنیا میں آنے کے بعد مرکز نور سے استفادہ کا بالکل موقع نہیں ملا وہ تڑپ رہے تھے۔ بارگاہ ایزدی میں درخواست کی بار الٰہا جنت میں جو روحانی غذا مجھے آپ کے نور میں حاصل تھی۔ اس کی ایک جھلک یہاں بھی آنا۔ دے آدم علیہ السلام کی یہ دعا مقبول ہوئی اور خدا نے ان کو بذریعہ وحی کے بتلایا کہ زمین کے فلانے مقام پر ہمارے مرکز نور کی کرنیں پڑتی ہیں۔ اور فرشتے اس کے چاروں طرف حد بندی کئے ہوئے بیٹھے ہیں۔ جا دیہ

چیز تم کو وہاں ملے گی۔ حضرت آدم علیہ السلام اس روحانی مسرت کو حاصل کرنے کے لئے روانہ ہوئے خدا نے اس مخلصانہ سفر میں یہ زبردست قوت سیر عطا کی کہ ایک ایک قدم میں ہزاروں لاکھوں مربع گز زمین لپٹتی چلی جاتی، اس سفر میں بھی حضرت آدم علیہ السلام کا وہ معجزہ برابر ظاہر ہوتا رہا۔ ایک قدم کے اٹھنے پر دوسرے قدم تک جو فیصلہ ہوتا وہاں انسانوں کی کثیر آبادی پیدا ہو جاتی اور آدم علیہ السلام اس آبادی کو وہاں چھوڑ کر آگے بڑھتے تو آگے بھی یہی اعجاز ظہور پذیر ہو جاتا تھا

الغرض ایک دن مرکز نور کے قریب پہنچ گئے بحکم خدا فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو دیکھ کر پہچانا۔ اور اندر لیجا کر اس تجلی گاہ کی زیارت کرائی آدم علیہ السلام اور فرشتے جب آسمان پر تھے۔ اور اس مرکز نور پر جاتے تھے۔ تو وہاں داب داب سے پروانہ وار گھومنے لگتے تھے۔ آدم علیہ السلام پر یہ وجد یہاں پہنچ کر پھر طاری ہوا اور سب فرشتوں کے ساتھ شامل ہو کر مہبط نور کے ارد گرد چکر کاٹنے لگے۔ ارزقی اور ابن منذر نے وہب بن منبہ سے اس روایت کو نقل کر کے بیان کیا ہے کہ وہ مرکز نور جس مقام پر تھا۔ وہ یہی مقام تھا۔ جہاں آج بیت اللہ ہے۔ حرم وہ فرشتوں کا حفاظتی مقام ہو اور یہ طواف اسی عادت آدم علیہ السلام اور ملائکہ کی سنت وجد کی ایک زریں سنت کی تمثیل ہے۔

عبدالرزاقؒ اور ابن جریرؒ جندیؒ حضرت عطار بن سائب سے نقل کیا ہے۔ کہ آدم علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں جب عرض کیا کہ میں جب سے زمین پر اترا ہوں مجھے نہ فرشتوں کی آوازیں سننے کو ملتی ہیں۔ اور نہ تیرے پرتو انوار کی زیارت ہوتی ہے۔ تو قدرت ان کو بتلایا کہ اب تم یہ چاہو کہ دانہ گندم کھا کر نافرمانی کے ارتکاب کے باوجود اس اصلی حقیقت سے محفوظ رہو نا ممکن ہے البتہ تمہاری خاطر ہم اتنا کرتے ہیں کہ زمین کے فلاں مقام پر جہاں ہماری آسمانی تجلی گاہ کا عکس گرا کرتا ہے۔ اور اس کو فرشتے گھیرے بیٹھے رہتے ہیں۔ وہاں جاؤ۔ اور اس کو حرا، جودی، لبنان، طور، زیتا، طور سینا کے پتھروں کے مستحکم کر کے مکانی حیثیت دو۔ وہاں ہماری تجلیاں ہوتی رہتی ہیں۔ اس سے حظ حاصل کرو

آدم علیہ السلام نے تلاش کر کے اس مہبط مقدس کا پتہ چلایا۔ اور اس کوہ حرا، ثبیر طور، جبل احمر، جودی کے پتھروں سے پختہ کر کے محیط کر لیا۔

حضرت آدم علیہ السلام نے یہیں سکونت اختیار کر لی۔ اس وقت تک مکانات کا وجود نہیں ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے جنت سے کپڑے کا بنا ہوا ایک خیمہ عنایت کر دیا۔ جس میں وہ رہا کرتے تھے اسی میں حضرت آدم نے وفات پائی۔ آپ کے بعد آپ کی اولاد نے اس خیمہ کو بھی پتھروں سے محفوظ کر لیا تھا مگر جب فتنہ فساد کا بازار گرم ہوا۔ ہابیل قابیل نے جنگ کر کے قتل و غارت گری کا مظاہرہ کیا تو حضرت شیث کو خدا نے ان لوگوں کی ہدایت و رہبری کے لئے دنیا میں مبعوث کیا لیکن اب دنیا اپنے عہد ازل کو ایک حد تک بھول سی چکی تھی کسی نے ان کی پیروی کی اور کسی نے نہیں کی۔ اس طرح کا چلن چلتے ایک مدت گذر گئی۔ یہاں تک کہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں سرکشوں کی منظم جماعتیں بن گئیں۔ اور انتہائی ظلم و ستم کے پہاڑ زمین ٹوٹنے لگے۔ خدا نے اپنے نبی کی زبان سے پہلے ان کو بہت ڈرایا دھمکایا مگر جب وہ کسی طرح نہ مانے تو عذاب الٰہی مسلط کیا گیا۔ اور طوفان بھیج کر ساری آبادی کو تہس نہس کر دیا گیا۔ صرف حضرت نوحؑ اور ان کے معدودے چند متبعین غرق آب ہونے سے بچ گئے باقی سب ہلاک ہو گئے۔ طوفان بھیجنے سے پہلے خدا نے اپنی اس تجلی گاہ کو بھی آسمان پر اٹھا لیا۔ جب طوفان ختم ہو گیا اور لوگوں نے تلاش شروع کی تو سوائے چند بھرے ہوئے سرخ ٹیلوں کے یہاں کچھ نظر نہ آیا۔ غرض کہ یہ تجلی گاہ غیر معدوم سی ہو گئی۔

ابن اسحاقؒ رزنیؒ اور بیہقیؒ نے ایک روایت بیان کی ہے۔ جس کے یہ الفاظ ہیں۔

ما من نبی الا وقد حج البیت الا ماکان من ہود وصالح ولقد حجہ نوح فلما کان فی الارض ماکان من الغرق اصاب البیت ما اصاب الارض وکان

البیت ربوۃ حمراء فبعث اللہ عزوجل ہود افتشاغل بامر قومہ حتی قبضہ اللہ الیہ فلم یحجہ حتی مات فلما بواہ اللہ لابراہیم حجہ ثم لم یبق نبی بعدہ الا حجہ

یعنی کوئی نبی ایسا نہیں آیا جس نے بیت اللہ کا حج نہ کیا ہو بس صرف دو نبی ایسے ہوئے جو حج نہیں کر سکے ایک ہود علیہ السلام اور دوسرے صالح علیہ السلام۔ نوح علیہ السلام نے بھی حج فرمایا ہے۔ لیکن جب طوفان آیا تو ساری دنیا کی طرح بیت اللہ بھی غرق ہو گیا۔ طوفان جب ہٹا ہے تو بیت اللہ کی جگہ پر ایک سرخ ٹیلہ نکل کر ابر آیا تھا۔ حضرت ہود علیہ السلام کو اس وجہ سے حج کرنے کی نوبت نہیں آئی کہ آپ کی تبلیغی سرگرمیاں بہت رہیں اور اتنا موقع آپ کو نہ مل سکا۔ جو آپ وہاں جا کر حاضری دیتے علیٰ ہذا حضرت صالح بھی وہاں تک تبلیغ کی مہم سے اس درجہ غیر فارغ رہے کہ وہ بھی حج نہ کر سکے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام و اسمٰعیل علیہ السلام کے بعد ان دونوں نے مکہ کی تعمیر کر دی تو پھر کوئی نبی ایسا نہیں گذرا جس نے حج کا فریضہ نہ انجام دیا ہو۔

بیت اللہ کا حج صرف انسانوں ہی پر فرض نہیں بلکہ فرشتوں، زمینوں اور بادلوں جنوں، حیوانوں سب پر یکساں طور پر فرض ہے۔ صرف صورت حج میں فرق ہے۔ کسی کے ارکان کچھ اور ہیں اور کسی کے کچھ اور۔ لیکن طواف میں سب شریک ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد بھی ایک مرتبہ بیت اللہ کی طرف سے لوگ بے توجہی ہو گئی تھی۔ اور اس مقدس مقام کو لوگ بالکل فراموش کر گئے۔ لیکن جب خدا کے خلیلؑ اپنی بی بی اور صاحبزادے کو ہجرت کرا کر لائے ہیں تو آپ نے ان کے لئے اس مقام کو منتخب فرمایا اس وقت یہاں نہ گھاس تھی اور نہ دانہ پانی کا کوئی اثر لیکن "بیت الحرام" کے پاس لا کر چھوڑنے سے آپ کا مقصد ہی یہی تھا کہ یہاں اسمٰعیلؑ کی اولاد وغیرہ جب ہو گی تو یہ مقام آباد ہو جائے گا اور خدا کے گھر کی طرف لوگوں کو توجہ ہو جائے گی۔

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے ایثار سے اس وادی غیر ذی زرع کو بہت جلد اس قابل کر دیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام آخر آ کر خوش ہوئے اور آپ نے اپنے صاحبزادے کی معیت میں اس بیت الحرام کی عمارت پختہ کرائی، خدا کے دونوں سچے پیغمبروں نے جس ہمت و عزم صادق سے اس مکان مقدس کی تعمیر فرمائی اس کا آج بھی ظہور ہماری نظر کے روبرو ہے۔ آپ کے لئے ایک پتھر بطور باڑھ کے آسمان سے اتارا گیا۔ اس میں تاثیر یہ تھی کہ جب گارا وغیرہ لینے کی ضرورت ہوتی تو پتھر از خود جھک جاتا اور جب گارا لے چکتے تو از خود وہ پتھر مقام مقصود تک پہنچ جاتا۔ اس پتھر کو خدا نے اب تک محفوظ رکھا ہے۔ مقام ابراہیمؑ اسی دور کی یادگار ہے۔ حجر اسود جس کو کہا جاتا ہے۔ وہ ایک جنتی پتھر ہے۔ اور بنار کعبہ کی تاریخ اس کے بھی نزول کی تاریخ ہے۔ اس کا ابتدائی رنگ سفید تھا۔ اس پتھر میں جذب اعمال فاسدہ کی قوت ہے۔ اسی وجہ سے اب اس رنگ میں سیاہی کا بہت کافی غلبہ ہو گیا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد پھر خدا کا ہر آنے والا قاصد اس گھر کی عزت کرتا چلا آیا ہے۔ مگر زمانہ جاہلیت میں ابراہہ نے پھر کچھ بغاوت کا علم بلند کیا۔ اور چاہا کہ کعبہ کو ڈھا دیا جائے مگر خدا نے اپنی ایک حقیر مخلوق سے اس کی عظیم الشان فوج پسپا کر کے اپنے گھر کی عزت و رفعت کو آنے والے پیغمبر کی کرامت کے لئے مرجع حقائق بنا رہنے دیا۔

غرضکہ یہی وہ گھر ہے جس پر تمام خدا کے بندوں کی جبیں ہائے نیاز جھکتی ہیں ذہنی و طبائع ہستیوں کی خلاق ہوں انسان دنیا کو مصیبت اور دکھ کا گھر سمجھتے ہیں اور نیاز جھکائیں اسی کو خدا نے ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکا وھدی للعلمین .... کے مقدس الفاظ سے یاد فرمایا۔ اور ہے بھی اصلیت یہی کہ یہ گھر میں سب سے پہلے تعمیر ہوا۔ اور انسانوں کے لئے برکت و ہدایت کا ملجا و ماویٰ بنا۔ اسی گھر کا خدا کے خلیلؑ و حبیبؐ پروانہ وار طواف کیا کئے یہی گھر ابوبکرؓ و عمرؓ کی سجدہ گاہ بنا اسی گھر کی عثمانؓ و علیؓ نے اپنے جبینوں سے حفاظت

[illegible]

اسراف کی ہولناک تباہ کاریاں

مسلمان کیوں مُفلس و قلّاش ہیں؟

تحریر: مولانا نذیر الحق صاحب، قادری

مسلمانوں کی تمام بدبختیوں، کمزوریوں، ذلتوں، رسوائیوں اور تباہیوں کا واحد سبب یہ ہے کہ وہ اپنے مقدس مذہب اسلام اور بہترین خداوندی ضابطۂ حیات و دستور العمل کے مطابق زندگی بسر کرنا نہیں جانتے وہ اپنے مسلمان ہونے کا تو بڑے زور سے ادعا کرتے ہیں اس پر فخر و تعلّی کا اظہار کرتے ہوئے ایک دوسرے کو دن و رات کافر ہی بناتے رہتے ہیں لیکن جہاں تک عملی زندگی کا تعلق ہے اس پر شاید ہی کوئی اللہ کا بندہ پُورا اترے۔ ہمارے عملی مسلمان ہونے کا ثبوت تو یہ تھا کہ ہم قدم قدم پر مسلمان نظر آتے اور ہمارے تمام اعمال و افکار کی بنیاد اسلامی تعلیمات پر ہوتی۔ لیکن آہ! ہم میں کس قدر فساد پیدا ہو چکا ہے۔ حالاتِ انسانی، کمالات فطرت انسانی اور عملی زندگی کا کون سا ایسا پہلو ہے جس میں ہم حضورؐ کے درس کو نہ بھول چکے ہوں۔

وائے بر حالِ ما یہ کیسی جگر خراش حقیقت ہے کہ وہ مذہب اور وہ آقا جس نے عرب کے اکھڑ اور وحشی انسانوں کو پستی و گمنامی سے نکال کر بلندی پر پہنچایا تھا آج اُس کے پیرو اور امتی نہایت ہی گری ہوئی حالت میں ہیں۔ ایک طرف انگریزوں کے محکوم ہیں تو دوسری طرف ہندوؤں کے دست نگر اور مقروض ہیں ان کی جبینِ نیاز ہے اور ہندو ساہوکار کی چوکھٹ، اور ان کی ناکوں میں قرض و سود کی نکیلیں ہیں اور عدالتوں کی ذلت آفرین جکڑ بندیاں۔

جانتے بھی ہو یہ حالت کیوں ہے؟ محض اس لیے کہ ہم نے خاص کر تمدن و معاشرت میں قرآنی قوانین اور حضورؐ علیہ الصلوۃ والسلام کی تعلیم کو بالکل بھلا دیا۔ اعتقادات و عبادات میں تو ابھی اسلام کا کچھ نہ کچھ عمل ہے لیکن تمدّن و معاشرت کے مرحلے پر پہنچ کر تو گویا مسلمانوں نے اسلام کو جواب ہی دیدیا۔

اگر آبائی تقلید کے حامی، رسم و رواج کے دلدادہ، نام و نمود کے بھوکے، برادری کی ناک کے پجاری، غریبی میں امیرانہ ٹھاٹ رکھنے والے اور فضول خرچ، حماقت کے پُتلے مسلمان اپنے مذہب سے واقفیت کے بجائے رسم و رواج کے اتباعِ شریعت کو لازم سمجھتے۔ اسلامی سادہ زندگی سے واقف ہوتے اور اسلامی تعلیمات کی روشنی حد اعتدال پر قائم رہنا جانتے تو یقیناً آج مسلمانوں کی مفلسی اور قلاشی کا یوں مرثیہ نہ پڑھا جاتا۔ الغرض جب مسلمانوں کی تمام بربادیوں کا سبب یہ ہے کہ ان کی اکثریت اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا نہیں۔ اسی اصول کے ماتحت ان کی مفلسی اور قلاشی کا باعث دو چیزیں ہیں۔ رسم و رواج کی پابندی اور فضول خرچی، آج کی صحبت میں میں صرف فضول خرچی کی نسبت عرض کرنا چاہتا ہوں۔

اسلام، خوشحالی اور فارغ البالی کا ابرِ رحمت ہے

اس سلسلہ میں سب سے پہلے یہ معلوم کر لیجیے کہ اسلام نے اعتدال اور میانہ روی پر حد سے زیادہ زور دیا ہے اپنی ہر تعلیم میں اس کو ملحوظ رکھتا ہے اور دین و دنیا کے ہر عمل میں صحیح توازن قائم کیا ہے بعض مفسرین نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ ہم جو پانچ وقت کی نمازوں میں اپنے خُدا سے "صراطِ مستقیم" پر قائم رہنے کی دُعا مانگتے ہیں۔ اس سے مُراد راہِ اعتدال ہے مختصر یہ کہ اسلام دین اور دنیا کے ہر معاملہ میں اعتدال ملحوظ رکھنے کی تاکید و ہدایت کرتا ہے۔ پس اس لحاظ سے اسلام کیا ہے؟ امن و سلامتی کا راستہ، دینی و دنیوی ترقی کا ضمانت نامہ اور خوشحالی و فارغ البالی کا ابر رحمت۔ اب اگر مسلمانوں کی معاشرت اور ان کی آمدنی و خرچ اسی اصول کے ماتحت رہے تو وہ کبھی مالی مشکلات میں گرفتار نہیں ہو سکتا مگر رونا تو یہی ہے کہ بلا مبالغہ ۹۵ فیصد مسلمان اسراف کی مہلک بیماری میں مبتلا ہیں۔ وہ کمانا تو کسی قدر جانتے ہیں مگر خرچ کرنے کا سلیقہ نہیں رکھتے۔ ظاہر ہے کہ ایسے کوتاہ اندیش فضول خرچ انسانوں سے دولت کو سخت نفرت ہے۔ وہ ایسے عقل و خرد باختہ لوگوں کو اپنا منہ بھی دکھانا نہیں چاہتی اب خدارا ذرا متوجہ ہو کر یہ سُن لیجئے کہ اسراف کسے کہتے ہیں۔ اور وہ کیسی تباہیوں اور ذلتوں کا پیش خیمہ ہے۔

"اسراف کے معنی"

اسراف ضرورت سے زیادہ اور بیجا صرف کرنے کو کہتے ہیں اس کی دو صورتیں ہیں اوّل یہ کہ عام ضروریات زندگی میں ضرورت سے زیادہ روپیہ صرف کیا جائے یعنی جو ضرورت ایک آنہ میں پوری ہوتی ہے اس پر بلاوجہ محض نام و نمود اور اپنی پوزیشن قائم رکھنے کے لیے چھ پیسے یا دو آنے خرچ کئے جائیں ایسے فضول خرچ شخص کے پاس دولت کبھی جمع نہیں ہو سکتی دوسری صورت یہ ہے کہ محض تفریحات مثلاً سینما و تھیٹر بازی، مرغ بازی، مینڈھا بازی، وغیرہ مضرت رساں افعال مثلاً زنا کاری، شراب خواری وغیرہ اور بیجا رسوم میں اندھا دھند روپیہ خرچ کیا جاتے؛

پہلی صورت چنداں معیوب تو نہیں لیکن تباہ کن ضرور ہے۔ دوسری صورت تو حد سے زیادہ معیوب اور مذہب و اخلاق سوز ہے یہ دوسری صورت نہ صرف دولت کا ستیاناس کرتی ہے بلکہ صحت و اخلاق کی جڑوں پر بھی کلہاڑا چلاتی ہے۔ اور خسر الدنیا والآخرہ کا مصداق بناتی ہے۔

یہ دونوں صورتیں مسلمانوں میں پوری ہولناک تباہیوں کے ساتھ موجود ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے گھروں میں نحوست بربادی، قرض کی لعنت، سود کی ذلّت اور مفلسی و قلاشی کی وحشت نے اپنا بستر جمایا ہے جس کو دیکھو مفلسی کے ہاتھوں نالاں ہے۔ جس گھر میں نظر دوڑاؤ، چوہے قلابازیاں کھا رہے ہیں، مگر مسلمان ہیں کہ "زمیں جنبد نہ جنبد گل محمد" بنے ہوئے کھڑے ہیں۔ گھر پھونک تماشہ دیکھ رہے ہیں اس پر مزہ یہ کہ اگر کوئی ہمدردی کرے اور سمجھائے تو لڑنے مرنے کو تیار۔

اے واہ رے واجد علی شاہ کے مقلدو! کیا کہنے ہیں تمہاری طرّہ بازخانی کے۔ آمدنی تو ہے تیس روپے ماہوار اور خرچ ہے پچاس روپے ماہوار۔ ارے بھئی یہ بیس روپے جو آمدنی سے زیادہ خرچ ہوتے ہیں؟ جواب ملتا ہے اللہ سلامت رکھے سیٹھ کروڑی مل کو اور ساتھ ہی اس کی بہیوں اور تھیلیوں کو۔ اچھا جناب آپ بھی سلامت رہیں اور آپ کے سیٹھ کروڑی مل بھی۔ مگر ذرا کان کھول اسراف کا انجام سن لو پھر جو چاہے سو کرنا۔

اسراف کا انجام

کسی چیز کا اچھا یا بُرا ہونا اس کے نتیجہ پر موقوف ہوتا ہے اگر اس کا نتیجہ اچھا ہو تو وہ اچھا ہے اگر اس کا نتیجہ بُرا ہے تو یقیناً وہ بُرا ہے۔ سو دنیا جانتی ہے کہ فضول خرچی اور حد سے زیادہ بڑھے ہوئے اخراجات کا لازمی اور غیر منفک نتیجہ افلاس اور ناداری ہوتا ہے۔ فضول خرچ اگر قارون بھی ہوں تو بہت جلد مفلس ہو جاتے ہیں اور پھر انہیں اپنی ضروریاتِ زندگی پورا کرنے کے لیے دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانے پڑتے ہیں۔ اور ساہوکاروں کو جھک جھک کر سلام کرنے پڑتے ہیں کیا یہ نتیجہ ہم اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ رہے کہ مفلسی نے مسلمانوں کا کچومر نکال دیا ہے پھر اس مفلسی کی ذلت آفرینیاں اور مذہب و اخلاق سوزیاں ہیں کہ بیاہ شادیوں میں رنڈیاں نچانے والے بھانڈوں کی خوش گپیوں کے دلدادہ اور پلاؤ زردے کی دیگیں گرم کرنے والے چار چار آنوں میں عدالتوں کے اندر جھوٹا قرآن اٹھا کر شیطان کے سر پر اپنی بے دینی کا پتھر کھینچ مارتے ہیں۔ یاد رکھو آمدنی سے زیادہ خرچ کرنے والوں کو جب مذہب و اخلاق کی زنجیریں توڑنے کے بعد قرض بھی نہیں ملتا تو "مرتا کیا نہ کرتا" بچوں کا پیٹ بھرنے اور سینما دیکھنے کے لیے چوریاں کرتے ہیں، ڈاکے مارتے ہیں۔ جھوٹی گواہیاں دیتے ہیں، اور طرح طرح کے دھوکے اور فریب سے کام لیتے ہیں۔ اگر یقین نہیں تو جیل خانوں میں جا کر دیکھ لو۔ انہیں مسلمانوں سے بھرے پڑے ہیں" پھر نہ کہنا ہمیں خبر نہ ہوئی"۔ کہیئے جناب! اب تو سُنی

کھری کھری باتیں ؟ کہو اب بھی کچھ شرم آئی یا نہیں ؟ اور کیا اب بھی عبرت حاصل کرکے میانہ روی اختیار نہ کرو گے؟ اگر خدانخواستہ فضول خرچ اب بھی "گل محمد" بنے رہے تو بھیا سچی بات ہے تو ہمیں ان زندوں کی نماز جنازہ پڑھنی پڑے گی
فَبِاَیِّ حَدِیثٍ بَعْدَہٗ یُؤْمِنُوْنَ ہ

قومیں اکثر اسراف کی وجہ سے پست ہوتی ہیں

تاریخ عالم کی ورق گردانی سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کی بیشتر اقوام بام ترقی پر پہنچکر پست ہوئی ہیں پس مسلمانوں کی پستی، درماندگی اور اقتصادی بدحالی کا واحد سبب ان کی فضول خرچی ہے۔ اگر وہ بیجا خرچ کرنا ترک کردیں اور ماتم و غمی کے تمام امور کو شریعت کی روشنی میں لے آئیں تو وہ فرشِ ذلت سے اٹھ کر آسمانِ رفعت پر آفتاب بن کر چمک سکتے ہیں۔

اقوام و افراد کے لیے اقتصاد اور میانہ روی ایک بہت بڑی برکت ہے قرونِ اولیٰ کے مسلمان اسی زریں اصول پر عامل تھے وہ زندگی کے ہر شعبہ میں اعتدال اور میانہ روی ہی کو ملحوظ رکھتے تھے باوجود اس کے کہ ان کو قیصر و کسریٰ کی بادشاہتیں اور قارون کی دولتیں میسر تھیں دولت و ثروت ان کی ادنیٰ کنیز تھی اور کائناتِ ارضی و سماوی کی کنجیاں ان کے ہاتھ میں تھیں لیکن وہ سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ موٹا جھوٹا کھاتے اور سادہ لباس پہنتے۔ اس سادہ زندگی نے ان میں سپاہیانہ جوہر قدرتاً پیدا کردیئے تھے وہ تن آسان اور راحت طلب نہ تھے۔ جبھی تو وہ ایک فولادی جماعت تھے جو ان سے ٹکراتا تھا پاش پاش ہو جاتا تھا۔ آج فضول خرچی اور امیرانہ ٹھاٹھ نے ہمیں بزدل، ڈرپوک، تن آسان، آرام طلب، عہدی اور نکما بنا دیا ہے اور ہماری تمام قومی خصوصیات اور سپاہیانہ جوہر فنا ہو گئے اور ابھی معلوم نہیں کہ اسراف کے ہاتھوں ہماری کیا حالت ہوگی۔

فضول خرچ اور قرآن کا فرمان

قرآن حکیم نے اس خطرناک اور تباہ کن بیماری کو متعدد دلنشیں عنوانوں اور مختلف الفاظ میں ممنوع قرار دیا ہے اور اس سے بچتے رہنے کی حد سے زیادہ تاکید کی ہے۔ ارشاد باری ہے ۔۔

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا

کھاؤ پیو اور بیجا صرف نہ کرو

اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ

بیجا صرف کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ۔

اللہ تعالیٰ بیجا صرف کرنے والوں سے محبت نہیں کرتے۔

ان آیات کو غور سے پڑھئے اور دیکھئے کہ خدائے بزرگ و برتر نے بیجا صرف کرنے والوں کو دوسری آیت میں شیطان کا بھائی فرمایا ہے۔ اس تہدید کو سن کر فضول خرچوں کو لرز جانا چاہیئے اور اگر وہ اپنے دل کی گہرائیوں میں ایمان کا کوئی ذرہ رکھتے ہیں تو ان کو شرم و ندامت کے سمندر میں غرق ہو جانا چاہیئے۔ تعجب اور حیرانی ہے کہ جس قوم کو اس قدر انتباہ کر دیا گیا تھا اس کو کس چیز نے اسراف کے کیچڑ میں دھنسا دیا اور وہ قوم کیونکر مفلس و قلاش ہوگئی؟ اس کا جواب یہی ہوگا کہ اس قوم کے سینے خوفِ خدا سے خالی ہوگئے۔ اور اس نے خدا کی نافرمانی پر کمر ہمت کس کر باندھ لی۔ ورنہ سچا اور خدا کا فرمانبردار مسلمان بشریت کے تقاضے سے اور گناہوں کا ارتکاب کر سکتا ہے مگر فضول خرچی کرکے شیطان کا بھائی نہیں بن سکتا۔ یہ تو تم نے سن لیا کہ اللہ پاک نے فضول خرچوں کو شیطان کا بھائی بتلایا ہے اور یہ بھی سن لو کہ میانہ روی اختیار کرنے والوں کو کونسا معزز لقب دیا ہے۔

میانہ روی اختیار کرنے والے "عباد الرحمن" ہیں

اللہ پاک ایک مقام پر فرماتے ہیں۔ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ یعنی خدا کے نیک بندے وہ ہیں جو خرچ کے وقت نہ اسراف کرتے ہیں اور نہ بخل سے کام لیتے ہیں بلکہ میانہ روی اختیار کرتے ہیں اس میں اللہ تعالیٰ نے میانہ روی اختیار کرنے والوں کو "عباد الرحمٰن" کا بہترین و معزز لقب عطا فرمایا ہے۔

اسی میانہ روی کو خدائے قدوس نے سورۂ بنی اسرائیل میں ایک نہایت ہی دلنشیں استعارہ کی صورت میں یوں بیان فرمایا ہے :

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ج

اپنے ہاتھ کو اپنی گردن سے نہ باندھ رکھو اور نہ بہت زیادہ دراز کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ تم اس کے بعد ملامت زدہ اور بے دست و پا ہو کر بیٹھ جاؤ یعنی نہ تو اتنے کنجوس بنو کہ جائز ضروریات میں بھی روپیہ صرف نہ کرو بنیوں کی طرح ایک سڑی دھوتی اور ماش کی دال پر گذارہ کرنے لگو اور خرچ کرنے میں ایسے بن جاؤ کہ گویا ہاتھ ہی بندھے ہوئے ہیں خرچ کرنا جانتے ہی نہیں اور نہ ایسے فضول خرچ بنو کہ لگو دولت میں آگ لگانے۔ اطلس اور کمخواب پہنے جا رہے ہیں اور پلاؤ زردے اڑ رہے ہیں۔ یاد رکھو کہ اگر تم فضول خرچ بنوگے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم بہت جلد مفلس و بے نوا ہو جاؤ گے۔

(باقی ۲۶ پر)

آہ! ہمارے خدا نے تو آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پہلے ہمیں فضول خرچی کے ہولناک انجام سے ڈرا دیا تھا مگر اس کا کیا علاج کہ ہم نے تنبیہ خداوندی کی پرواہ نہ کی اور اپنی قبریں آپ کھودنے لگے۔ شاباش شیرو! اسی کا نام مسلمانی اور عقلمندی ہے؟ کہو اب بھی کچھ سمجھے ارے میاں سمجھنا وجھنا کیا خاک تھا یاروں کو اپنے حلوے مانڈے سے کام ہے یہ مولوی لوگ ہزار ہمیں قرآن کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے رہیں مگر ہم اپنے لڑکے کی شادی میں رنڈیاں ضرور نچوائیں گے اللہ رکھے۔ چھوٹے لڑکے کے ختنہ پر برادری کو کھانا ضرور کھلائیں گے۔ بھلا یہ دن روز روز آیا کرتے ہیں۔ رہ گئی بیچاری شریعت، اس کی تو اس زمانہ میں سنتا ہی کون ہے"۔ بولو بے شرمی، برادری کی جکڑ بندی اور رسموں کی پابندی کی ہے"۔

بقیہ : نتیجہ دورۂ تفسیر

نے دعا فرماتے ہوئے طلباء کرام کو نصیحت کی کہ وہ قرآن کو ساری دنیا تک پھیلانے کے لئے کمرہمت باندھ لیں۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ اگر آپ حضرات نے اپنی زندگیاں قرآن کے سانچے میں ڈھال لیں تو دنیا کی کوئی طاقت آپ کو کسی میدان میں نیچا نہیں دکھا سکتی۔ آپ نے طلباء سے کہا کہ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی روز روشن کی طرح آپ کے سامنے ہے۔ انہوں نے قرآن کو اپنی زندگی کا اوڑھنا بچھونا بنایا۔ تو اللہ نے انہیں دین اور دنیا دونوں میں وہ مقام عطا فرمایا جو بہت کم لوگوں کے نصیب میں آتا ہے

حضرت اقدس نے فرمایا کہ مجھے اب بھی یقین ہے کہ اگر آپ حضرات نے قرآن کو حرز جاں بنایا تو آپ کی دنیا اور آخرت دونوں سنور جائیں گی۔

حضرت اقدس کی دعائے خیر سے اس تقریب کا اختتام ہُوا۔

نتیجہ دورۂ تفسیر و تقریب تقسیم اسناد

رپورٹ: ظہیر میر

حسب سابق امسال بھی مدرسہ قاسم العلوم شیرانوالہ گیٹ لاہور میں دورۂ تفسیر کی کلاس پوری شان و شوکت سے منعقد ہوئی۔ ملک اور بیرون ملک سے پچھتر طلباء نے اس کلاس میں شرکت کی۔

استاذ العلماء حضرت مولانا حمید الرحمٰن صاحب عباسی مدظلہ نے طلباء کرام کو قرآن عزیز کی تفسیر پڑھائی۔ حضرت اقدس دامت برکاتہم العالیہ نے شعبان اور رمضان المبارک میں بعد نماز عشاء مختلف موضوعات پر فکر ولی اللٰہی طرز پر لیکچرز دئے ان کے علاوہ حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود، حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی، حضرت مولانا عبدالرحیم منہاج اور حضرت مولانا میاں محمد اجمل قادری مدظلہم نے بھی مختلف موضوعات پر سیر حاصل لیکچرز دئے۔ حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب کے لیکچرز میں طلباء کرام کے علاوہ بہت سے دوسرے حضرات نے بھی شرکت کی۔ جن میں وکلاء، پروفیسرز، ڈاکٹرز اور زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے لوگ شامل تھے۔

۲۵ رمضان ۱۴۰۴ھ کو صبح آٹھ بجے حضرت اقدس دامت برکاتہم العالیہ جامع مسجد شیرانوالہ گیٹ لاہور کے وسیع ہال میں تشریف لائے اور اپنے ہاتھ سے لکھا اور مرتب کیا ہُوا پرچہ لکھوایا۔ یاد رہے حضرت اقدس امتحان کے لئے پرچہ خود ہی مرتب فرماتے اور خود ہی سب پرچوں کو چیک بھی فرماتے ہیں۔

حضرت اقدس نے طلباء کرام کو درج ذیل امتحانی پرچہ لکھوایا۔ اس کا متن درج ذیل ہے:-

بروز پیر ۲۵ رمضان المبارک ۱۴۰۴ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پرچہ امتحان تفسیر قرآن مدرسہ قاسم العلوم شیرانوالہ گیٹ لاہور

سوال ۱: سورۃ الفاتحہ، سورۃ البقرہ، سورۃ آل عمران، ام القرآن کا ترجمہ لکھئے اور اگر اس پر مختصر نوٹ لکھنا چاہیں تو وہ بھی لکھیں۔

سورہ آل عمران کے ابتدائی دس اور سورہ بقرہ کے آخری دس رکوعوں کے خلاصے اور ماخذ تحریر فرمائیں۔

سوال نمبر۲: سورۃ بنی اسرائیل کا خلاصہ بیان کیجئے اور اگر ممکن ہو تو اس سورۃ کی روشنی میں واقعہ معراج پر مختصر جامع نوٹ تحریر فرمائیے۔

سوال نمبر۳: سورۃ مزمّل اور مدثّر کے خلاصے، ماخذ بیان کریں

سوال نمبر۴: قرآن کریم کی آخری سات سورتوں یعنی الکوثر، الکافرون، النصر، اللھب، اخلاص، الفلق اور الناس کے خلاصے، ماخذ ترجمہ اور ان پر نہایت مختصر من پسند نوٹ لکھیں۔

قواعد و ضوابط: پرچہ حل کرنے کا وقت تین گھنٹے ہے۔ لیکن ضرورت پڑنے پر آدھ گھنٹہ مزید وقت دیا جا سکتا ہے۔

۱۔ ان پانچ میں سے صرف تین سوال جو چاہیں حل فرمائیں۔

۲۔ خوشخطی اور عربی اور فارسی میں پرچہ حل کرنے والوں کو اضافی نمبرز دئے جائیں گے۔

۳۔ پرچہ حل کرنے سے پہلے ہر قسم کے کاغذات (سادہ لکھے

پچھے ہوئے) منتظم حضرات کے سپرد کر دیں واپسی پر لیتے جاویں دوران امتحان کا نقد برآمد ہونے پر امتحان سوخت ہو جائے گا۔

۳۔ آخر میں اپنا، والد کا اور شہر یا مقام کا نام لکھنا نہ بھولئے۔

۲۷۔ رمضان المبارک کو جامع مسجد شیرانوالہ میں ایک سادہ اور پُروقار تقریب کا اہتمام کیا گیا۔ اس تقریب کے مہمان خصوصی شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد مالک کاندھلوی، حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود، حضرت مولانا سیّد عبدالقادر آزاد اور حضرت مفتی جاوید شاہ صاحب تھے۔ تقریب کا آغاز حافظ حسین احمد صاحب آف بنگلہ دیش کی تلاوتِ کلام پاک سے ہوا۔ انڈیا سے تشریف لائے ہوئے ایک ساتھی ندیم احمد نے ترانۂ دیوبند اس وجد آفریں انداز میں پڑھا کہ مجمع پر سکوت طاری ہو گیا۔ انہیں اپنے منفرد اور دلسوز انداز پہ خوب دادِ تحسین ملی۔ ابن شاعر اسلام سید سلمان گیلانی نے بحضور سرور کائنات فخر موجودات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور نذرانۂ عقیدت پیش کیا۔ جسے بہت سراہا گیا۔

حضرت مولانا حمید الرحمٰن عباسی صاحب نے نہایت پُراثر انداز میں خطاب فرماتے ہوئے طلباءِ کرام کو نصیحت کی کہ وہ قرآن کو حرزِ جاں بنائیں۔ اپنی زندگیاں مکمل طور پر اسلام کے سانچے میں ڈھالیں انہوں نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو زبردست انداز میں خراجِ عقیدت پیش کیا۔ اور کہا کہ صحابہ کرامؓ نے دین مبین کی ترویج و اشاعت کے لئے جو عظیم قربانیاں پیش کیں۔ دنیا کی تاریخ اُس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ انہوں نے امید ظاہر کی کہ یہاں سے فارغ ہونے والے طلباءِ کرام ملک و ملت اور دین کے لئے فائدہ مند ثابت ہوں گے۔

دورۂ تفسیر قرآن کی کلاس کے ایک طالب علم جناب عبیداللہ انور نے اپنے احساسات اور جذبات کو نظم کے انداز میں پیش کر کے خوب داد حاصل کی۔

حضرت اقدس دامت برکاتہم العالیہ، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد مالک کاندھلوی اور حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود نے اکٹھے اسناد اور انعامات تقسیم فرمائے تقسیم اسناد کے بعد امام السلاطین حضرت مولانا سید محمد عبدالقادر آزاد نے نہایت مدلّل اور پُراثر خطاب فرمایا۔

دورۂ تفسیر کے امتحان میں کل باسٹھ طلبا شریک ہوئے جن میں سے ساٹھ طلبا کرام نے کامیابی حاصل کی۔ تین طلبا نے پورے کے پورے نمبر حاصل کر کے اوّل پوزیشن حاصل کی — ان تینوں طلبا کرام کا تعلق جامعہ اشرفیہ سے تھا۔

دورۂ تفسیر کی کلاس کا نتیجہ درج ذیل رہا۔ یاد رہے کہ امتحان کے کل نمبر ۱۰۰ تھے۔

شمار نمبر	نام	ولدیت	حاصلکردہ نمبر	شمار نمبر	نام	ولدیت	حاصلکردہ نمبر
۱	ظفر احمد	گل محمد، کبیروالا	۵۰	۶	حافظ قادر بخش جانباز	رانا غلام فرید، لودھراں	۸۸
۲	محمد شفیع طارق	سراج دین، اوکاڑہ	۵۰	۷	ابوالکلام خان	محمد اشرف علی خاں، کراچی	۷۸
۳	ندیم ایوب فیصل	محمد علی، شرقپور	۴۵	۸	نورالدین	عبدالخالق، تلہ گنگ	۸۰
۴	تنویر اقبال	محمد یوسف، لاہور	۶۰	۹	محمد الف	حاجی محمد یوسف، افغانستان	۸۰
۵	محمد اشرف	مولانا نور محمد، میلسی	۸۰	۱۰	علی احمد	عبدالرزاق، ساہیوال	۷۸

۱۱	حفیظ اللہ	نور سمند، دہاڑی	۹۵
۱۲	محمد شفیع	احمد بخش، شجاع آباد	۹۵
۱۳	مختار احمد خاں	مولانا محمد محی الدین، لاہور	۶۰
۱۴	حافظ محمد ابراہیم انور	آفتاب احمد، ملتان	۴۰
۱۵	محمد عبداللہ سرور	غلام سرور خاں، کبیروالا	۴۰
۱۶	حافظ عبدالباسط انور	قاری محمد یوسف، شیخوپورہ	۷۰
۱۷	عبدالرحیم ساجد	مولانا عبدالعزیز جڑانوالہ	۹۷ دوم
۱۸	میاں محمد عباس	احمد الدین، اوکاڑہ	۷۲
۱۹	محمد منشا عاصم	حاجی محمد ابراہیم، لیّہ	۴۴
۲۰	حافظ نیاز احمد	محمد یوسف، بہاولنگر	۴۵
۲۱	حافظ عبیداللہ	حافظ محمد اکبر، منچن آباد	۴۵
۲۲	اللہ وسایا	میاں اللہ رکھا، جہانیاں منڈی	۵۵
۲۳	فضل اللہ	مولانا حسام الدین سوات	۷۷
۲۴	شیر محمد	بھائی خان، سرگودھا	۵۵
۲۵	عطاء المنعم نعیم	مولانا عبداللطیف، خانیوال	۷۰
۲۶	محمد افضل رحمانی	حافظ شیر محمد، بہاولپور	۴۰
۲۷	حافظ عبدالتواب	حاجی عبداللطیف، لودھراں	۴۰
۲۸	محمد یوسف صدیقی	محمد موسیٰ، جڑانوالہ	×فیل
۲۹	سید سیف اللہ	فقیر محمد، جھنگ	۷۰
۳۰	محمد اقبال	محمد رمضان، منچن آباد	۵۰
۳۲	حافظ عبدالقیوم	محمود حسن مشتاق، احمد پور شرقیہ	۸۶
۳۲	شفیق الرحمٰن	نذیر احمد، حیدرآباد	۸۵
۳۳	محمد حبیب اللہ حسین	مولانا سید ابوالحسن، ایران	۱۰۰ اول
۳۴	اللہ بخش طارق	محمد الیاس، منچن آباد	۹۰
۳۵	عبیداللہ انور	سمیع اللہ، ملتان	۹۰
۳۶	عبدالمالک	حاجی تار بخش، سیالکوٹ	۴۵
۳۷	محمد نعیم	سید محمد، منچن آباد	۷۸
۳۸	محمد افضل	صوفی گلزار احمد، سمندری	۶۰
۳۹	خلیل الرحمٰن	مولانا محمد اکرم، لودھراں	۴۰
۴۰	حفیظ الرحمٰن سبحانی	مولانا عبدالستار، لودھراں	۴۲
۴۱	عبداللطیف وٹو	نور محمد وٹو، منچن آباد	۸۸
۴۲	محمد عثمان	امام بخش، مظفرگڑھ	۴۴
۴۳	افتخار احمد	غلام رسول، بھلوال	۸۵
۴۴	حافظ محمد شریف	حاجی محمد نواز، بہاولنگر	۸۵
۴۵	محمد لقمان	محمد بخش، چشتیاں	۴۵
۴۶	محمد شریف	ولی محمد، سرگودھا	۱۰۰ اول
۴۷	عبدالقدوس	عبدالرسول، ایران	۶۲
۴۸	حافظ محمد حسین	لطف الرحمٰن، حیدرآباد	۹۶ سوم
۴۹	محمد عبدالحمید	چوہدری رحمت خاں، لاہور	۸۵
۵۰	عبدالرشید راشد	محمد شریف، گجرات	۸۲
۵۱	محمد مطیع اللہ	محمد عطاء اللہ، بہاولپور	×فیل
۵۲	سعید احمد قادری	مولانا بشیر احمد، چشتیاں	۸۰
۵۳	حافظ خدا بخش	مولوی اللہ دتہ، بہاولپور	۷۰
۵۴	حافظ مقبول احمد	احمد حسن، ساہیوال	۸۵
۵۵	حافظ محمد فیاض	مولانا علی محمد، بہاولنگر	۸۰
۵۶	حافظ عتیق الرحمٰن	حاجی صوبیدار رحمت علی، سرائے عالمگیر	۱۰۰ اول

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد مالک کاندھلوی نے نہایت پرمغز اور مدلّل خطاب فرمایا اور طلباءِ کرام کو نصیحت کی کہ وہ دین حقہ کی تبلیغ و اشاعت کے لئے کوئی کسر نہ چھوڑیں۔

پہلی چھ پوزیشنوں پر آنے والے طلباءِ کرام کو انجمن خدام الدین کی طرف سے نقد انعامات اور قیمتی تحائف کے علاوہ کتب بھی بطور انعام دی گئیں۔ مزید برآن ہر کامیاب ہونے والے طالب علم کو اسناد کے علاوہ کتب اور قرآن کریم محشّی و ترجمہ حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ بطور انعام دئے گئے۔

اس تقریب سعید کے آخر میں حضرت اقدس دامت برکاتہم العالیہ

(باقی ۳۶ پر)

طبی مشورے

براہ راست جواب کے خواہشمند حضرات جوابی لفافہ ضرور بھیجیں۔

حکیم آزاد شیرازی شیرانوالہ گیٹ لاہور ۸

خارش

س: بندہ کو چھ ماہ سے خارش کی شکایت ہے۔ پہلے تر خارش تھی اب خشک خارش ہے بہت علاج کرایا لیکن آرام نہیں آیا۔ براہ کرم کوئی آسان اور مفید نسخہ تجویز فرمائیں۔

(شبیر احمد خان میواتی، ساہیوال)

ج: آپ جسم پر ہر قسم کے صابن کا استعمال ترک کر دیں اور روغن تارا میرا خالص کی روزانہ جسم پر مالش کرکے دو گھنٹے بعد بیسن مل کر نہا لیا کریں۔ علاوہ ازیں ایک پاؤ عناب ولائتی لے کر تین پاؤ چینی میں معروف طریقے سے شربت بنا لیں۔ روزانہ صبح ایک گلاس یہ شربت پی لیا کریں انشاء اللہ صحت ہو گی۔

سفوف فرحت کا نسخہ

س: براہِ کرم آپ سفوف فرحت کا نسخہ ارسال فرمائیں یا مذکورہ دوائی ارسال فرمائیں۔ دوائی ملنے پر رقم ارسال کر دی جائے گی۔

(عبدالحفیظ رحیمی، بلال گنج ساہیوال)

ج: سفوف فرحت کا نسخہ حاضر ہے:-

۱- برادہ صندل سفید ۵ تولہ ۲- طباشیر کبود ۵ تولہ (۳) کہربائے شمعی ۵ تولہ (۴) نارجیل دریائی ۳ تولہ (۵) کشنیز ۵ تولہ (۶) دانہ الائچی سبز ۵ تولہ (۷) کشتہ زہر مہرہ خطائی ۵ تولہ (۸) کشتہ عقیق یمنی ۲ تولہ (۹) کشتہ شاخ مرجان ۱ تولہ (۱۰) ورق نقرہ ۲ ماشہ۔

سب دوائیں باریک پیس کر ملا لیں۔ اور ایک ماشہ سے تین ماشہ تک روزانہ صبح اور عصر کے وقت انار کے رس، سیب کے رس، مکھن یا بالائی میں رکھ کر کھایا کریں۔

تیار شدہ سفوف فرحت ۵ تولہ کی پیکنگ کی قیمت بمعہ محصولڈاک پچاس روپے ہے۔ رقم ملتے ہی یہ دوائی روانہ کی جاتی ہے۔

بالوں کی سفیدی

س۔ میری عمر ۲۴ سال ہے میرے سر کے بال تیزی سے سفید ہو رہے ہیں۔ براہ کرم کوئی مجرب علاج بتائیں۔

(محمد طارق، بھکر)

ج: آپ ہر قسم کے صابن کا بالوں میں استعمال ترک کر دیں رات کو کسی لوہے کے برتن میں ایک تولہ خشک آملہ پاؤ بھر پانی میں بھگو دیں۔ صبح اس پانی کو بالوں میں خوب مل کر سر دھو لیا کریں۔

(ب) آملہ خشک ۱ پاؤ کو سیر بھر پانی میں کسی لوہے کی کڑاہی میں بھگو دیں۔ جب پاؤ ڈیڑھ پاؤ پانی رہ جائے اس میں سیر بھر خالص سرسوں کا تیل ملا کر ہلکی آگ پر رکھ کر پکائیں حتیٰ کہ پانی خشک ہو جائے۔ تیل چھان کر محفوظ کر لیں اور بال خشک ہونے پر لگایا کریں۔



بچوں کا صفحہ

ایک شفیق باپ

انتظار حسین اسعد قادری

ایک باپ کی حیثیت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے حقیقی خد و خال دیکھنے ہوں تو آپؐ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم کی موت کا واقعہ ذہن میں لائیے۔ ایک ایسا بیٹا جو زندگی کے بالکل آخری ایام میں ملا ہو جو مستقبل کی امیدوں اور آرزوؤں کا سہارا ہو ابھی اس نے زندگی کی آرزوؤں سے زیادہ بہاریں بھی نہ دیکھی ہوں اور وہ اسی دوران اس دارفانی سے عالم آخرت کی طرف منتقل ہو رہا ہو ایسے بیٹے کے انتقال پر جو غم اور صدمہ ایک شفیق باپ کو ہو سکتا ہے۔ اس کا اندازہ آپ کے اس فرمان سے لگائیے۔ فرمایا آنکھیں اشکبار ہیں، دل مضطر ہے اور غمگین ہے اور اس کے باوجود ہم تو وہی بات کہیں گے کہ جو ہمارے رب کی مرضی کے مطابق ہو اور ہمیں تمہاری جدائی کا ابراہیم بہت صدمہ ہے۔ لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو روتے ہوئے دیکھا اس پر انہیں تعجب ہونے لگا۔ یہ اس بنا پر نہ تھا کہ بیٹے کی وفات پر باپ کیوں رو رہا ہے بلکہ اس وجہ سے تھا کہ ایک ایسا عظیم المرتبت پیغمبر جس کے لئے اس کی پوری امت روحانی اولاد کا درجہ رکھتی ہے ایک بچے کے انتقال پر اپنے غم والم کا یوں برملا اظہار کر رہا ہے لوگ بہادر اسے سمجھتے ہیں جسے کہیں خوف لاحق نہ ہو — سخی اسے سمجھتے ہیں جو روپے پیسے کی قدر نہ جانتا ہو اور صابر و شاکر اسے جو کبھی غمگین نہ ہوتا ہو حالانکہ یہ بات سرے سے ہی غلط ہے اگر خوف کا احساس نہ ہو تو شجاعتؔ بہادری کی کیا قدر و قیمت باقی رہ جاتی ہے اگر روپے پیسے کی محبت نہ ہو تو سخاوت کیا معنی رکھتی ہے۔ بعینہٖ اگر غم والم کا اثر نہ ہو تو صبر کی کیا اہمیت محسوس کی جا سکتی ہے آپؐ نے لوگوں کے اس تعجب پر فرمایا یہ تو ایک جذبہ ترحّم ہے جو اللہ تعالیٰ یہ انسان کے دل میں پیدا کر دیتا ہے۔ پھر حضرت حسنؓ کو دیکھئے جو چہیتی بیٹی حضرت فاطمہؓ کا لخت جگر ہے وہ اس وقت بارگاہ نبوت میں آتا ہے جب اس کا نانا خدا کے حضور سربسجود ہوتا ہے اور وہ آ کر پیٹھ پر سوار ہو جاتا ہے۔ ایک ایسے مقام پر جو آپ کی زندگی کا سب سے اعلیٰ مقام ہے وہاں بھی اس نبیٔ رحمت کا محبت بھرا دل بچہ کی شفقت و محبت کو نظر انداز نہیں کرتا اور سجدے کو طویل تر کر دیتا ہے اور جب ایک صحابیؓ اس طوالت کا سبب پوچھتا ہے تو وہ رحمۃ للعالمین یوں گویا ہوتا ہے۔ میرا بچہ مجھ پر سوار تھا میں نے پسند نہیں کیا اس کے کھیل میں خلل اندازی ہو اس لئے میں نے سجدہ لمبا کر دیا۔ حضرت ابراہیم کے انتقال پر غمناک نگاہیں پہاڑ کی طرف اٹھتی ہیں اور فرماتے ہیں اے پہاڑ! جو مصیبت مجھ پر ٹوٹی ہے اگر تجھ پر ٹوٹتی تو ریزہ ریزہ ہو جاتا اور جب آپؐ کو روتا دیکھ کر حضرت اُسامہؓ چیخ پڑتے ہیں تو حضورؐ ان کو یہ کہہ کر خاموش کر دیتے ہیں کہ رونا تو جذبات رحمت میں سے ہے لیکن چیخ چیخ کر رونا شیطانی فعل ہے۔ اللہ تعالےٰ عمل کی توفیق دیں۔

تعارف وتبصرہ

تبصرہ کے لئے ہر کتاب کی دو جلدیں دفتر میں ضرور بھیجئے ——— مدیر

نام کتاب : تعلیماتِ اسلام (مکمل پانچ حصے)
تالیف : مسیح الامت حضرت مولانا شاہ محمد مسیح الامت مدظلہ
ترتیب : مولانا وکیل احمد شروانی مدرس جامعہ اشرفیہ، لاہور
قیمت : ساٹھ روپے (تاجر حضرات کے لئے معقول کمیشن)
ملنے کا پتہ : ۱- دفتر مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان جامعہ اشرفیہ فیروز پور روڈ لاہور
۲- ادارہ اسلامیات ۱۹۰- انار کلی لاہور
۳- ادارہ تالیفات اشرفیہ ریلوے روڈ پوسٹ بکس ۳۴ ملتان
۴- دفتر صیانۃ المسلمین، بیت الاشرف باغ حیات سکھر
۵- ادارہ تالیفات اشرفیہ ہارون آباد- ضلع بہاولنگر۔
۶- مکتبہ فیض اشرف، جلال آباد ضلع مظفر نگر- یو- پی- انڈیا۔

مسیح الامت حضرت مولانا شاہ محمد مسیح اللہ مدظلہ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ حکیم الامت حضرت تھانوی کے خلیفہ مجاز، علوم ظاہری و باطنی اور انوار و برکات سے مالامال ہیں۔ آپ کم و بیش باون ۵۲ برس سے مدرسہ "مفتاح العلوم" کے مہتمم چلے آ رہے ہیں۔ جہاں سے ہزاروں فرزندان توحید علوم نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی روشنی حاصل کر کے پوری دنیا میں اسے پھیلا رہے ہیں۔

حضرت مسیح الامت مدظلہ اپنے نام اور کام دونوں اعتبار سے مسیح رحمت ہیں۔ آپ کی زندگی علم اور عمل کا حسین امتزاج ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی زبان اور تحریر کا ایک ایک لفظ سامع اور قاری کے دل پر نقش ہو جاتا ہے۔

مذکورہ بالا کتاب جسے حضرت مولانا مفتی وکیل احمد شروانی مدظلہ نے ترتیب دیا ہے۔ مختلف سوالات کے جوابات پر مشتمل ہے جنہیں حضرت مسیح الامت نے نہایت اختصار اور جامعیت کے ساتھ الفاظ کی لڑیوں میں پرو دیا ہے ——— مولانا وکیل احمد شروانی مدظلہ نے کتاب کے پیش لفظ میں بالکل صحیح لکھا کہ :-

"عرصہ سے ایک ایسی کتاب کی شدت سے ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔ جس میں اسلامی عقائد، عبادات، معاشرت، اخلاق، رسوم و بدعات، اعمال مسنونہ وغیرہ ایسے مسائل، آسان، سہل ترین اور دلچسپ انداز میں پیش کئے جائیں اور جو بچوں، بڑوں اور کم علم حضرات کے لئے یکساں مفید ہوں — سو الحمد للہ حضرت مولانا مدظلہ نے اس ضرورت کو احسن طریق سے پورا فرما دیا اور مذکورہ بالا عنوانات کے تحت ہر چیز وضاحت کے ساتھ پیش فرما دی۔"

"تعلیمات اسلام" پانچ حصوں یعنی عقائد، عبادات، معاملات (معاشرت اخلاقیات، سیاست) سیرت طیبہ (صلی اللہ علیہ وسلم اور متفرقات پر مشتمل ہے۔ حضرت مدظلہ نے ہر موضوع پر تفصیل سے روشنی ڈالنے کے ساتھ ساتھ عقلی اور نقلی دلائل سے قاری کو بات سمجھانے کی کامیاب کوشش کی ہے۔

مذکورہ بالا کتاب دینی مدارس اور کالجز، یونیورسٹی کے طلباء کے لئے انتہائی مفید ہو سکتی ہے۔ اس کتاب کو شامل نصاب کرنے کے لئے تنظیم وفاق المدارس اور دیگر ذمہ دار حضرات کو توجہ دینی چاہئے۔ کتاب اعلیٰ سفید کاغذ اور خوبصورت جلد کے ساتھ مناسب قیمت پر مہیا کی گئی ہے۔ امید ہے کہ یہ کتاب خاص و عام کے لئے نہایت فائدہ مند ہو گی۔

نام کتاب : تعارف مجلس صیانۃ المسلمین
مرتب : مولانا مشرف علی تھانوی ناظم مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان
ملنے کا پتہ : مرکزی دفتر صیانۃ المسلمین جامعہ اشرفیہ فیروز پور روڈ لاہور ۱۶

آج کا انسان ایک ایسے ماحول میں اپنی زندگی کے دن پورے کر رہا ہے جبکہ ہر طرف عجیب انتشار و افتراق ہے۔ ہر بڑی مچھلی چھوٹی مچھلی کو ہڑپ کرنے کی فکر میں ہے۔ انسانیت کا احترام دلوں سے مٹ گیا ہے۔ خون سفید ہو چکا ہے، درندگی اپنی انتہا کو پہنچ چکی ہے۔ شاید اسی صورت حال کا نقشہ علامہ اقبال نے یوں کھینچا ؎

ابھی تک آدمی صیدِ زبونِ شہر یاری ہے
قیامت ہے کہ انساں نوعِ انساں کا شکاری ہے

یہ حالات کوئی نئے نہیں بلکہ چودہ صدیاں قبل صحرائے عرب میں لوٹ جائیں تو یہی منظر آنکھوں کے سامنے آتا ہے۔ جہاں خدا کا خلیفہ لات و منات اور جبل کے سامنے سر بسجود تھا۔ انسانی اقدار دم توڑ چکی تھیں۔ ایک معمولی اونٹنی کے خون کا بدلہ لینے کے لئے سالوں انسانی خون بہانے پر فخر کیا جاتا تھا۔ انسان اپنی بچیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے۔ انسان ایک دوسرے کے لئے عذاب بن گیا تھا۔ ایسے میں اللہ نے سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرما کر پوری دنیا کے لئے ہدایت کی شمع روشن فرمائی۔ آپ نے احترامِ آدمیت کی وہ مثالیں قائم فرمائیں کہ انسان آپس میں بھائی بھائی ہو گئے۔ غریب اور امیر کے فرق کو اس طرح ختم کیا، اور ایک ایسا مثالی معاشرہ قائم کیا، کہ زکوٰۃ دینے والے زکوٰۃ لینے والے کو ڈھونڈتے پھرتے تھے۔

آپ کے پردہ فرما جانے کے بعد مختلف ادوار میں مسلمانوں نے اجتماعی اور انفرادی حیثیت سے انسانیت کی خدمات کے لئے وہ قربانیاں پیش کی ہیں کہ جنہیں تاریخِ عالم ہمیشہ اپنے ماتھے کا جھومر سمجھے گی۔

ایسی ہی نیک اور پاک ہستیوں میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار بھی ہوتا ہے۔ جنھوں نے اپنی تحریرات کے ذریعہ کروڑوں انسانوں کی زندگیوں کے رخ پھیرے ہیں۔ حضرت تھانوی قدس سرہٗ نے مسلمانوں کی اصلاح اور تنظیم کے لئے ۱۳۴۹ھ میں صیانۃ المسلمین کے نام سے ایک نظامِ عمل مرتب فرما کر قوم کے سامنے پیش فرمایا جسے قوم کے سمجھ دار اور دین کا درد رکھنے والوں نے ہاتھوں ہاتھ لیا۔

حکیم الامت حضرت تھانوی کی وفات کے بعد اس اصلاحی نظام کو چلانے اور آگے بڑھانے کا بیڑا حضرت تھانویؒ کے خلیفہ خاص حضرت مولانا شاہ حافظ جلیل احمد شیروانیؒ نے اٹھایا۔ اور ۱۹۶۲ء سے قیام پاکستان تک اپنی نگرانی میں اسے علیگڑھ میں قائم کر کے جگہ جگہ اس کی شاخوں کو پھیلا دیا۔

حضرت مولانا حافظ جلیل احمد شیروانیؒ کی وفات کے بعد سے لے کر اب تک حضرت تھانویؒ کے نواسے مولانا سید نجم الحسن صاحب تھانویؒ اس مجلس صیانۃ المسلمین کے صدر ہیں اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد مالک صاحب کاندھلوی نائب صدر کے طور پر کام کر رہے ہیں۔ اور سب سے بڑی بات یہ کہ حضرت تھانویؒ کے خلفاء، اس مجلس کے سرپرستوں میں شامل ہیں۔

مجلس صیانۃ المسلمین نے امت مسلمہ کی اصلاح اور اسے ایک پلیٹ فارم پر متحد کرنے کے لئے بیش بہا خدمات انجام دی ہیں۔ یہاں تفصیلات کی

(باقی ۷ پر)

اہل اللہ کی مجلسِ ذکر میں شرکت بخشش کا ذریعہ ہے

(محمد شفیع عمر الدین (مئیر پور خاص)

حضرت سیدنا و مرشدنا امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔

حق سبحانہٗ و تعالیٰ بزرگوں کے اس بلند مرتبہ گروہ کی محبت دن بدن زیادہ کرے اور ان بزرگوں کے ساتھ نیازمندی نسبت کو سرمایہ روزگار بنائے۔ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ (آدمی اس کے ساتھ ہوگا جس سے اسے محبت ہوگی) بحکم اس حدیث شریف کے ان بزرگوں سے محبت کرنے والے ان کے ساتھ ہوں گے اور ان کے ساتھ بیٹھنے والے شقاوت سے محفوظ ہیں۔

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے کہ :— اللہ تعالیٰ کے اعمال لکھنے والے فرشتوں کے علاوہ اور بھی فرشتے ہیں جو راستوں اور رہگذروں میں پھرتے ہیں اور اہلِ ذکر کی تلاش کرتے ہیں۔ جب وہ اس جماعت کو پا لیتے ہیں، جو ذکر کرتی ہو، تو وہ ایک دوسرے کو آواز دیتے ہیں کہ اپنے مطلب کی طرف جلدی آؤ۔ پس ان کو اپنے بازوؤں سے ڈھانپ لیتے ہیں اور ان کی کثرت آسمان تک پہنچ جاتی ہے۔ جب وہ (اہلِ ذکر) ذکر سے فارغ ہوتے ہیں تو فرشتے آسمان پر جاتے ہیں پس اللہ تبارک و تعالیٰ جو اپنے بندوں کے حال کو بخوبی جانتا ہے ان فرشتوں سے دریافت فرماتا ہے کہ : تم نے میرے بندوں کو کس حال میں دیکھا؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ، یا اللہ وہ تیری حمد وثنا کرتے تھے اور تجھے بزرگی سے یاد کرتے تھے اور تجھ کو تمام عیبوں اور نقصانوں سے پاک و مبرا کہتے تھے۔ ان کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ نہیں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر وہ مجھ کو دیکھ لیتے تو ان کا کیا حال ہوتا؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ پھر وہ اس سے زیادہ تحمید و تمجید و تکبیر کہتے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرشتوں سے دریافت فرماتا ہے کہ وہ مجھ سے کیا مانگتے ہیں؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ وہ بہشت کی طلب کرتے ہیں۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا انہوں نے بہشت کو دیکھا ہے؟ فرشتے کہتے ہیں کہ نہیں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر وہ بہشت کو دیکھ لیں تو اُن کا کیا حال ہو؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ پھر وہ پہلے سے بھی زیادہ اس کی طلب کریں اور اس کی زیادہ حرص کریں۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ کس چیز سے ڈرتے ہیں۔ فرشتے کہتے ہیں کہ یا اللہ وہ لوگ تیرے دوزخ سے ڈرتے ہیں اور تیری پناہ مانگتے ہیں حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا انہوں نے دوزخ کو دیکھا ہے؟ فرشتے جواب دیتے ہیں کہ نہیں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر وہ دیکھیں تو ان کا کیا حال ہو؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ وہ دیکھ لیں تو پہلے سے زیادہ پناہ مانگیں اور اس سے زیادہ بھاگنا اختیار کریں۔

اللہ تعالیٰ فرشتوں کو فرماتا ہے کہ میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان سب کو (جو ذکر کی مجلس میں حاضر تھے) بخش دیا۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ یا رب ان ذکر کرنے والوں کی مجلس میں فلاں شخص ذکر کرنے کے لیے نہیں آیا تھا اسے کوئی دنیاوی حاجت تھی۔ جس کے لیے وہ آیا تھا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ لوگ "جلیس" ہیں۔ (یعنی ذکر کرنے والے میرے جلیس، میرے ساتھ بیٹھنے والے) ہیں۔ بحکم حدیث شریف اَنَا جَلِيْسُ مَنْ ذَكَرَنِیْ (میں اس کا ہمنشیں ہوں جس نے میرا ذکر کیا)۔ لہٰذا ان ذکر کرنے والوں کے ساتھ بیٹھنے والا بدبخت نہ ہوگا (یعنی میں نے اسے بھی بخش دیا ہے)۔

نیز پہلی بیان کردہ حدیث شریف اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ (آدمی اس کے

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۷۴ —— ہفت روزہ خدام الدین لاہور
رہائش ۳۱۱۱۸۲
مدرسہ ۹۴۹۸۰

شیخ کا ادب واحترام

شیخ کا ادب احترام

از حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی مدظلہ

حضرت الامام لاہوری قدس سرہ کے خلیفہ اور قرآنی علوم کے ناشر حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی اس جمعرات کو حضرت المخدوم مولانا انور مدظلہ، سے ملاقات کے لئے تشریف لائے۔ حضرت نے حسب معمول مجلس ذکر کرائی اس کے بعد حضرت کے ارشاد سے محترم قاضی صاحب نے بہت ہی مختصر خطاب فرمایا —— قاضی صاحب کے خطاب سے قبل اور بعد حضرت اقدس نے قاضی صاحب کے لئے بہت ہی دعائیں فرمائیں۔ اور فرمایا کہ قاضی صاحب حضرت اقدس رحمہ اللہ تعالےٰ کے انداز میں مخلصانہ خدمت قرآن میں مصروف ہیں جن میں سے خاص طور پر واہ کا درس قرآن ایک مثالی شان کا مالک ہے۔ حضرت نے دعا فرمائی کہ قاضی صاحب صحت و عافیت کے ساتھ اس خدمت میں مصروف رہیں۔

قاضی صاحب نے فرمایا کہ "ہمارا یہ بہت ہی اہم مرکز ہے۔ حضرت لاہوری قدس سرہ قطب الاقطاب اور ولی زماں تھے۔

آپ نے نصف صدی سے زائد اس مرکز میں اللہ تعالےٰ کے نام کی معرفت سے لوگوں کو لذت شناس کیا —— الحمد للہ تعالےٰ کہ آپ کے بعد بھی یہ مرکز رشد و ہدایت اپنی اس شان سے قائم ہے۔ ہمارے موجودہ حضرت بلاشبہ امام الہدیٰ اور ولی بن ولی ہیں۔ اس کے ساتھ ہی آپ مجاہد اور بہادر بھی ہیں۔

الغرض ہر معاملہ میں اپنے بزرگوں کے صحیح وارث اور جانشین ہیں۔ اللہ تعالےٰ کی مشیت ہے کہ آپ ایک عرصہ سے مختلف عوارض کا شکار ہیں جن کی وجہ سے صحت بہت متاثر ہے۔ اس کے باوجود اللہ تعالےٰ کے فضل اور اس کے کرم سے اس مرکز کو آباد کئے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ انہیں ہمارے سروں پر تا دیر سلامت رکھے۔ آپ حضرات جو یہاں آتے ہیں بڑے خوش قسمت ہیں اس حاضری کو سعادت سمجھیں اور کمال درجہ ادب و احترام سے حاضری دیں اور استفادہ کریں۔

ہمارے مخدوم حضرت امام المجاہدین مولانا شاہ محمد اسمٰعیل شہید قدس سرہ حضرت امیرالمومنین سید احمد بریلوی رحمہ اللہ تعالےٰ کے مرید صادق اور مخلص خادم تھے۔ ان کے شیخ نے انہیں لکھنو سے دہلی بھی بھیجا مقصد غالباً حضرت سراج الہند شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات تھی۔ سید صاحب نے اپنا گھوڑا عنایت فرمایا۔ تاکہ اس کے ذریعہ سفر کیا جا سکے۔ شاہ صاحب کو اپنے شیخ سے جو تعلق و محبت اور احترام تھا اس کا نتیجہ یہ تھا کہ آپ نے سارا سفر اس طرح طے کیا کہ گھوڑے کو ساتھ رکھا اور خود پا پیادہ سفر کیا۔

شیخ کی عقیدت، احترام اور محبت از بس ضروری ہے کہ اس کے بغیر آدمی کورے کا کورا رہ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اس مرکز کو اور حضرت اقدس کو صحت و سلامتی کے ساتھ ہمارے سروں پر قائم رکھے۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین!

منظور شدہ ۱۔ لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۹/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۳۷-۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء
محکمہ تعلیم ۳۔ کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۲۹/۹/۲۰۷۶۷-D.D۹ مورخہ ۲۳ اگست ۱۹۶۴ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر [illegible]